نصیر اللہ خان بابر موجی عدالت میں صفحہ ۱۱ پر

سیاست

کچھ ہو چکا کچھ ہو رہا ہے کچھ ہو جائیگا صفحہ ۷ پر دیکھیے

قیمت ۵ روپے

قارئین کہتے ہیں

میانوالی کا ہائی اسکول

میانوالی کا شمار پاکستان کے پسماندہ اضلاع میں ہوتا ہے پسماندہ ضلع میں ایک انتہائی پسماندہ ترین علاقہ ہے جسے کالا باغ کہا جاتا ہے جن کے نواب دنیا کی نامور یونیورسٹیوں سے مستفید ہو چکے ہیں ملک امیر محمد خان جن کا مغربی پاکستان میں طوطی بولتا تھا اس کے آبائی گاؤں "کالا باغ" میں پسماندگی، افلاس بے روزگاری جہالت کے سائے منڈلاتے تھے آج بھی روشن خیال ایجوکیٹیڈ نواب زادے اپنی شہر کی پسماندگی غربت، جہالت اور بے روزگاری کا محرک ہیں دیدہ دانستہ ان عوام دشمن نوابزادوں نے اہل کالا باغ کا سیاسی معاشی، سماجی تعلیمی استحصال شروع کر رکھا ہے گورنمنٹ ہائی اسکول کالا باغ کے طلبہ کے ایک وفد نے اپنی مشکلات اور مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے اس درسگاہ کے اندرونی معاملات میں نواب زادوں کی کھلی مداخلت ننگی بدمعاشی کا ذکر کیا۔ وفد نے ایسے ایسے انکشافات کیے کہ الامان - طلبا نے بتایا کہ اسکول کا سب فنڈ نوابزادوں کے شکاری کتوں کی خوراک کے لئے ریزرو ہے اسکول لائبریری کی کتابیں صرف نوابزادوں کے لواحقین، ماموں جان کے بچوں کے لئے مخصوص ہیں بزم ادب پر پابندی ہے بچوں کے اخلاق و کردار تباہ کرنے کے خوفناک منصوبے اور ہولناک پالیسیاں بنائی جاتی ہیں۔

بچوں کو بگاڑنے کے لئے خصوصی اساتذہ پر مشتمل ایک یونٹ قائم کیا گیا ہے جس کی نگرانی نوابزادوں کے ماموں ملک شیر محمد خان کرتے ہیں باکردار اساتذہ کو بھی دھمکیوں سے مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اسٹیٹ کالا باغ کی انتظامیہ کے اشاروں پر چلیں جو اساتذہ ان کی ان حرکات میں شرکت سے معذوری کا اظہار کرتے ہیں ان پر گھٹیا اور غیر قسم کے الزامات لگا کے سکول سے تبادلہ کرا دیا جاتا ہے اساتذہ کو نوابزدگان اپنے نجی ذاتی امور کے لئے بھی بھرپور استعمال کرتے ہیں۔

ہم پاکستان کی تمام طلبا ریونیوں سے مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ کالا باغ ہائی اسکول "کو تباہ کرنے کے نوابزادہ سازش کی کھل کر مذمت کریں۔ اور ذاتی طور پر مداخلت کریں۔ یہ ایک طالب علم کا مسئلہ نہیں۔ یہ درسگاہوں کے تقدس کا سوال ہے اگر عوام دشمن نوابزدے، خانزادے، پیرزادے ملک زادے ان درسگاہوں کو بدکاری کے اڈے بناتے رہے تو پھر پاکیزگی کی سرحدیں سکڑ جائیں گی شرافت کی باہیں سکڑ جائیں گی۔ اور حمیت مر جائے گی اور پھر بے حیائی بے غیرتی کا سیلاب سب کچھ لے ڈوبے گی۔

رافعت اللہ خان
صدر سٹوڈنٹ یونائیٹڈ آرگنائزیشن میانوالی

روپ، بہروپ

آجکل فلمی اشتہاروں میں نمایاں لکھا ہوتا ہے "یوسف خان کو دیکھئے ڈبل رول میں شاید فلمی دنیا نے ڈبل رول کی اصطلاح "سیاستدانوں کے طریقہ واردات سے مستعار لی ہے۔ سیاستدان بھی ایکٹر ہیں چہروں پر نقلی چہرے لگا کے عوام دوستی کے خوشنما پیکٹ میں بند کر کے گنجے فرشتے" وگ پہن کر من کے کالے تن کے اُجلے بن کر عوامی فنکار بنے پھرتے ہیں میرے شہر میں بڑی چہ مے گوئیاں ہو رہی ہیں کہ "ملک شیر محمد کو دیکھئے ڈبل رول میں" زندگی میں جاندار کردار یعنی اوور ایکٹنگ۔ زبردست ایکشن مگر تماشائیوں کی رائے ہے کہ اس سین کے لئے ملک شیر محمد کو جس ہدایت کار فلمساز نے کاسٹ کیا ہے وہ ہے کالا باغ سٹوڈیو کا مالک مظفر ملک، جنکی فلم گولڈن جوبلی کے بعد سنسر کی زد میں آگئی ہے نئی فلم ہے پی ڈی پی خصوصی پیشکش ملک مظفر کالا باغ سٹوڈیو۔

نواب زادہ نصر اللہ خان اور نوابزادہ ملک مظفر خان کے تعاون سے دیکھئے عوامی پردہ سکرین پر۔ ملک شیر محمد اپنے فن کی بلندیوں پر دیکھنا نہ بھولیئے گا ایک تفریحی فلم۔

منجانب: سید الطاف حسین
سیکریٹری کالا باغ فرنٹ۔

تیسرا مل - جامشورو کیس

ملک میں سامراجی ایجنٹوں کی سازشیں زور و شور سے جاری ہے اور ملک میں جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کو مضبوط کرنے کی کوشش جاری ہے لیکن ہم ان سرمایہ داروں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ ان کی بھول ہے کہ جاگیردار و سرمایہ دار اپنی چالاکی میں کامیاب نہیں ہوں گے انہوں نے کہا کہ اس وقت غریب کسانوں اور مزدوروں کے حق غصب کر کے ان کو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے اور ان کو کھانے کے لیے روٹی، پہننے کے لیے کپڑے اور رہنے کے لیے جھونپڑی سے محروم کیا گیا ہے بلکہ ان کے جائز حق پر بولنے والوں کو بھی بڑے سے بڑا مجرم بنا کر ان کو قید میں بند کر کے ان پر تشدد کیا جا رہا ہے جس میں جماعت اسلامی اور اس کی بغل بچہ تنظیم جمعیت طلبہ کا مرکزی کردار ہے جس کی مثال لاہور میں ترقی پسند اتحاد کے کنونشن میں جمعیت اور جماعت اسلامی کی غنڈہ گردی کی تھی جس میں کئی طلبہ زخمی ہو گئے اور بانی کی کو گرفتار کروایا گیا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے بلوچوں اور سندھیوں کی غیرت پر ڈاکہ ڈالا تھا اور ملک میں پھر بنگلہ دیش والے حالات پیدا کر کے ملک کو توڑنا چاہتے ہیں جس کی تازہ مثال شیریں سومرو کے ساتھ پیش آئی افسوس کی بات ہے کہ اس اسلامی جماعت کی حکومت نے جو کچھ کیا ان سے ان کا پردہ چاک ہو گیا۔ اس اسلامی حکومت نے مجرم کو چھوڑ کر عزت پر ڈاکہ کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو گرفتار کیا۔ جس نیسرین سومرو کی عدالتی تحقیقات کے بجائے جامشورو واقعے کی تحقیقات کے لیے ٹریبونل قائم کیے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ کیا اسلامی نظام میں جابر کے لیے کوئی قانون نہیں اگر ہے تو جرم کی تحقیقات کرائی جائے۔ اور مجرم کو سزا دی جائے۔

اس کے علاوہ ملک میں مارشل لاء نافذ ہے جسے فوری ہٹایا جائے اور کوڑوں اور جرمانے کی سزائیں ختم کی جائیں آجکل جو سنسر شپ ہے اس کو فوری ختم کیا جائے یہ تمام مطالبات ایسے ہیں جن کے لیے ضروری ہے کہ اندرون ملک میں قومی جمہوری اتحاد قائم کیا جائے جس کے لئے ترقی پسندوں سے یہ اپیل ہے کہ جس سے ہم اس سامراجی دیواروں کو تباہ کر سکیں

جامشورو کیس میں ساغر سمیجو، ابوبکر زرداری، غازی صلاح الدین، مولا بخش چانڈیو، شفیع محمد مگریو، سید محبوب شاہ پیر واحد بخش، نبی بخش، محرم خاصخیلی الھورایو، منصر اللہ- عابد لاکھیر، محمد ایاز سومرو، اسد علی اڑو سمیت تمام طلبا کو رہا کیا جائے۔ اور ملک میں سیاسی سرگرمیاں بحال کی جائیں اور تمام لیڈروں، ذوالفقار علی بھٹو، مس بے نظیر بھٹو، شیخ رشید افراسیاب خٹک جاوید شکور اور تمام سیاسی رہنماؤں کو رہا کیا جائے اور اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالے کر کے فوج کو واپس بیرکوں میں بھیجا جائے۔

صفت رند سیکرٹری حیدل

بحران کا حل؛ پی پی

پنجاب یوتھ کونسل کی مرکزی کمیٹی کے چیئرمین حافظ نور محمد قصوری نے راولپنڈی میں پنجاب یوتھ کونسل کی مقامی شاخ کے صدر سید آصف علی کی رہائی پر کونسل کے ارکان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کو آج جو معاشی، سیاسی، آئینی بحران درپیش ہے اسے فوری طور پر حل نہ کیا گیا تو وقت گزرنے کے ساتھ اس کا حل مشکل ہو جائے گا اور اس کے نتائج خطرناک ہونگے۔ اسلئے اس کو حل کرنے کے لئے فوری طور پر اقدامات کیئے سیاسی مسائل کو سیاسی طور پر حل کیا جا سکتا ہے غیر معمولی اقدامات سے مسائل حل ہونے کے بجائے اور الجھ جائیں گے جو لوگ عبوری انتظامیہ کو پاکستان پیپلز پارٹی پر پابندی لگانے کا مشورہ دے رہے ہیں وہ پتہ نہیں کس سوچ کے مالک ہیں اگر اس قسم کے اقدامات سے بات بنتی تو مشرقی پاکستان ہم سے کبھی علیحدہ نہ ہوتا۔ یحییٰ خان نے بھی عوامی لیگ پر پابندی لگائی اور اس کے لیڈروں کو گرفتار کیا۔ عوامی لیگ کے خلاف وہائٹ پیپر چھاپے گئے لیکن اس سے مسائل حل نہ ہوئے اور بات چیت کے بجائے طاقت سے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے اب دوبارہ اس قسم کے تجربات کرنا سودمند ثابت نہیں ہو گا ملک ایسے تجربات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

میاں معین الدین سیکرٹری جنرل
پنجاب یوتھ کونسل پنجاب۔

ضمیمہ

جلد: ۷ • شمارہ ۲۱

۲۹ نومبر ۱۹۷۸ء

قیمت ۵ روپے

دفترِ رابطہ

۵-۶۹ ڈی: نرسری کمرشل ایریا، پی ای سی ایچ ایس کراچی - ۲۹

فون: ۴۳۲۲۲۷۴

ایڈیٹر
وہاب صدیقی

ایسوسی ایٹ ایڈیٹر
راشد بشیر

کالم نگار
حسین نقی

وقائع نویس
شبیہہ الحسن

انتظامی امور
حاجی عادل

سرورق
سعید الدین حسین

چیف ایڈیٹر
محمد صادق شبنم

خاص مضامین

اسلام آباد
ذوالفقار حیدری

صوبائی نمائندے

سندھ مقیم نواب شاہ
محمد نواز خلجی

پنجاب مقیم لاہور
کاشف

سرحد مقیم پشاور
امان تاجک

بلوچستان مقیم کوئٹہ
ناصر عرفات

ضلعی نمائندے

تھرپارکر
محبوب احمد

خیرپور، سکھر
جیکب آباد، لاڑکانہ
کامران ابڑو

سانگھڑ
ایاز سندھی

ٹنڈو الہ یار
کامل سومرو

ملتان
ناصر زیدی

فیصل آباد
طارق سعید

گوجرانوالہ
افضل مجور

ٹوبہ ٹیک سنگھ
غیاث الدین جانباز

سرگودھا
الطاف جعفائی

دھارکی
احسان ملک

گوادر
سلیمان شیرف

میانوالی
روشن ملک

آزاد کشمیر
سید نذیر گیلانی

غیر ممالک

بیجنگ
رشید بٹ

ماسکو
محمد زاہد

کینیڈا
سعید ابن سعود

لندن
عبدالحفیظ قریشی

یورپ فاروق طارق

متحدہ عرب امارات
مقیم دوبئی
غلام جیلانی

پبلشر محمد صادق شبنم نے یورپ پریس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر پندرہ روزہ شبنم ۵۱ رحمان کورٹ فریئر روڈ ریلوے سٹریٹ کراچی سے شائع کیا۔

سب سے بڑی حماقت

ورزش اور کھیل نوجوانوں کی صحت مند ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیئے ضروری ہے اور اسی اعتبار سے ملکی سطح پر ہم ان کے فروغ اور حوصلہ افزائی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان نوجوانوں کو ملک کے لیئے اثاثہ سمجھتے ہیں جو ان میدانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کرکے ملک کے وقار میں اضافہ کرتے ہیں اسی طرح بین الاقوامی سطح پر خیر سگالی کی فضاء پیدا کرنے اور اپنے کھلاڑیوں کے تجربے اور صلاحیت میں اضافہ کے لیئے بین الاقوامی مقابلوں کی اہمیت سے بھی ہمیں انکار نہیں ہے۔ ہمیں اختلاف اس بات سے ہے کہ اندرونی سیاست بازی سے کھیل کا معیار اور کھلاڑیوں کے حوصلے پست کیئے جائیں۔ کھیلوں کو سیاسی مقاصد کے لیئے استعمال کیا جائے۔ یا پھر سیاست کو کھیل بنا دیا جائے۔

پچھلے دو ڈھائی ماہ سے ملک بھر کے عوام پر جو کھیلوں کا بخار چڑھایا گیا وہ ہماری دانست میں ایک سیاسی کھیل تھا جس کا اصل مقصد روز افزوں مسائل خاص طور پر کمر توڑ مہنگائی بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور سب سے بڑھ کر ملک کے مستقبل کے بارے میں تشویش کی طرف سے عام آدمی کی توجہ ہٹانا تھا۔ اس کھیل کے منتظمین نے یہ دیکھ، جان اور سمجھ لیا ہوگا کہ ان کی کوشش کتنی لاحاصل تھی اور ہاکی اسٹک اور کرکٹ بیلٹ نے اس گیند کو ضرب لگائی تو بلند ہوکر پھر مرکز نظر بن گئی ہے۔

اس دوران ہم نے ملک بھر کے عوام نے طرح طرح کی باتیں سنیں صوبوں میں کابینہ کی ضرورت نہیں ایک آدمی سب ٹھیک کردے گا۔ صوبوں میں حکومتیں نہ بنیں ملک مشکلات میں پھنس جائے گا۔ حکومتیں بن رہی ہیں حکومتیں بننے کا فیصلہ ہوگیا۔ بلدیاتی اداروں میں نامزدگی سے جمہوریت کی راہ ہموار ہوگی نامزدگی جمہوریت کے منافی ہے الیکشن ۸۱ء میں ہوں گے الیکشن کے کوئی آثار نہیں۔ بغیر انتخاب کے حکومت حوالے کردی جائے گی۔ بغیر انتخاب کے حکومت نہیں لی جائے گی۔

یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی کہ موجودہ حکمران اور ان کے شریک کار سیاستدان اتنے سادہ ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے کسی تک بن باتیں کرتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر ملک کا اللہ ہی حافظ ہے اگر ایسا نہیں تو پھر یہ سمجھنا حق بجانب ہوگا۔ کہ اس پریشان بیانی کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ انتشار اور الجھاؤ کو مزید گہرا کیا جائے لوگوں کو فروعی مسائل میں الجھایا جائے اور انتخابات کرواکر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کرنے کے مطالبے کو ٹالا جائے۔

ہماری رائے میں میدان سیاست میں عوام کو بے وقوف سمجھنا سب سے بڑی حماقت ہے ہمارے عوام ایوب خان کے خلاف تحریک، ۷۰ء کے انتخابات اور خود ۷۷ء کے انتخابات اور اس کے بعد کی تحریک میں اپنے پختہ شعور کا مظاہرہ کرچکے ہیں اور انتخابات کے ذریعے منتخب ہونے والے اپنے نمائندوں کے علاوہ کسی بھی فرد، گروہ، ادارے یا جماعت پر اعتماد نہیں کریں گے۔

جنرل ضیاؑ قومی اتحاد کو کب تک ٹیکے لگاتے رہیں گے

انتخابات میں اکتوبر ۷۹ سے تاخیر ہوئی تو.....

ائیر مارشل نور خاں

میاں طفیل نے پیارے ضیاء کہہ کر ثابت کر دیا ہے کہ...

حسین نقی

بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ آپ نے ایک سرورق پورے کا پورا مودودی صاحب کی نذر کر دیا ضرور آپ کو مولانا مودودی پبلسٹی فنڈ سے کچھ رقم ملی ہو گی۔ "مودودی جھوٹ"، "مودودی جھوٹ" کی تکرار سے آپ کیا یہ بتانا چاہتے تھے کہ جھوٹ کی بھی مختلف برانڈ ہو گئی ہیں، جیسے بناسپتی گھی کے برانڈ ہوتے ہیں اور ان کو پیٹنٹ کرانا ہوتا ہے کہ کہیں ایک کا جھوٹ دوسرے کے جھوٹ کے نام سے مارکیٹ میں نہ آ جائے۔ مجھے کچھ ایسا ہی لگا۔ جیسے مارکیٹ میں مختلف برانڈ کا جھوٹ آیا ہو۔ اور آپ کو مودودی جھوٹ کا پبلسٹی کا اشتہار مل گیا ہو، کہ الفتح مطبوعات کے اشتہار بند ہیں اور اشتہار لینے میں دوست، دشمن کا لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں یا لکھ کر کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں تو لگتا ہے کہ واقعی مودودی برانڈ ایک خصوصی حیثیت رکھتی ہے۔ بالکل خالص، جس میں کوئی ملاوٹ نہیں کی جاتی!

سچ کی ملاوٹ سے پاک، بند ذہنوں میں محفوظ پیکنگ کے ساتھ مودودی برانڈ!!

ان میں سے پچھلے دنوں ایک ڈبے کو ٹی وی ریڈیو پر ہمارے بزرگ اور دوست چودھری عبدالتواب خاں جن کو آپ لوگ پاکستان ٹائمز کے سابق ایڈیٹر مسٹر اے۔ ٹی۔ چودھری کے نام سے پہچانتے ہیں کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چودھری صاحب پوچھتے کچھ تھے، جواب کچھ آتا تھا۔ پروگرام کے کمپیئر انور خلیل مدیر حریت ہمارے دوست ہیں اور ان کی کچی روٹی ہے۔ کچی روٹی ان نوخیزوں کی ہوتی ہے جو اپنے سے بڑوں کے ساتھ کھیل میں شامل ہونا چاہتے ہیں لیکن اگر پکڑیں جائیں تو انہیں "چور" نہیں کہا جاتا۔ ہم نے انور خلیل کو بڑے طمطراق سے شیر باز مزاری سے پاکستان کے قیام کے مخالفین کے متعلق سوال کرتے سنا لیکن میاں طفیل محمد تو آپ جانتے ہیں کہ تحریک پاکستان میں قائداعظم سے بھی پہلے سے حصّے لے رہے تھے!! کیوں میاں انور خلیل یہ کس رزق سے پرواز میں کوتاہی آ رہی ہے، ہمیں بھی تو بتاؤ۔ ٹی۔ وی پروگرام سے؟ لیکن بےچارے انور خلیل کی جیسا کہ میں نے کہا "کچی روٹی" ہے، تو جناب، میاں طفیل فرماتے ہیں کہ جماعت کے سکریٹری قائداعظم سے جماعت کی جانب سے ملے تھے (یہ وہی سکریٹری تو نہیں تھے جنہیں مولانا مودودی نے جماعت سے نکال دیا تھا؟ میاں صاحب چاہیں تو جواب دے دیں۔ چاہے نہ دیں، یہ ان کی جماعت کا معاملہ ہے اور ہم دین میں زبردستی کے قائل نہیں) اور قائداعظم نے ان کے سامنے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کیا تھا کہ وہ تو محض پاکستان کے قیام کی تحریک چلا سکتے ہیں پاکستان کو پاکستان بنانے کا کام جماعت اسلامی کرے گی۔

دیکھیے، ہم مسلمان لوگ ہیں اور ہماری روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قائداعظم تو بےچارے کس گنتی کی مولی تھے، رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حوالے سے بالکل جعلی حدیثیں حسب ضرورت گھڑ لی جاتی تھیں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا۔ اکابرین ِعلماء کہتے لکھتے ہیں اور خود مولانا مودودی صاحب بھی اس روایت کا تذکرہ فرما چکے ہیں۔ یعنی گھڑی ہوئی احادیث رسولؐ اس وقت سرمایہ و سپید سامراج کا کوئی چکر نہیں تھا "یہود و ہنود" نے بھی یہ اسلام دشمن سازشیں نہیں کی تھی نہ ہی اس وقت سوشلزم کا پھڈا شروع ہوا تھا۔ یہ ہمارے اپنے کاریگروں کی کارگزاری تھی دوسروں کی زبان بندی کے لئے، رسولؐ اللہ کا نام لیا اور اپنے فائدہ کے اقوال پر لگا کر انہیں "حدیث" کہہ دیا۔

تو جب رسول اللہ بھی اسلامی فنکاروں سے نہ بچ سکے تھے تو قائداعظم کے حوالے سے اگر مودودی برانڈ میاں طفیل محمد سے اگر ایک روایت سرزد ہو گئی تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑا۔ یہ سوشلسٹ، سرخ سامراج کے، یہود و ہنود کے ایجنٹ اسلام دشمن، نظریاتی سرحدوں کے مخالف شرپسند میاں طفیل کے پیچھے ہی پڑ گئے ہیں۔

ان نکات پر غور کیجیے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ قائداعظم نے پاکستان کو پاکستان بنانے کے لئے مولانا طفیل مودودی کی بیعت کر لی تھی یا یوں کہئے کہ انہوں نے اس کام کے لئے مودودی برانڈ کو پیٹنٹ کے حقوق دے دیئے تھے۔ اگر ایسا تھا تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر مولانا مودودی صاحب نے پاکستان کو فاسقستان اور ناپاکستان کیوں کہا اور قائداعظم کی شان میں پے درپے مغلظات کیوں ارشاد فرمائیں۔

پھر ہم نے تو قائداعظم کے دشمنوں کو بھی یہ کہتے لکھتے نہیں سنا کہ وہ اپنے عہد اور وعدے سے پھر جانے والے یعنی اپرٹیشن فیڈریلے کرنے والوں میں سے ایک تھے، لہٰذا جب انہوں نے مولانا مودودی کے سکریٹری کو (کہ مودودی صاحب کی شان کے خلاف تھا کہ وہ قائداعظم سے بالمشافہ

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

چار غداروں کے ٹولہ کے عنصر، پی یو جے (محکمۂ اطلاعات) کے رشید صدیقی پریس کلب کی تقریب میں مسٹر بھٹو کے ساتھ راز و نیاز کر رہے ہیں۔ آج موصوف نے محکمہ اطلاعات کی سرپرستی میں صحافیوں اور پریس کارکنوں کی نمائندہ تنظیمیں پی ایف یو جے اور ایپنک کی بنیادوں پر ضرب لگانے کا فریضہ انجام دے کر اپنا نام غداروں کی فہرست میں شامل کرا لیا ہے۔

لاہور میں اخباری کارکنوں کا تاریخی اجتماع

"ہمیں بچاؤ" چار کے ٹولے کی محمود اعظم فاروقی سے اپیل

وہاب صدیقی

آل پاکستان نیوز پیپر ایمپلائیز کنفیڈریشن (ایپنک) کی قومی مجلس عاملہ یعنی نیشنل ایگزیکٹو کمیٹی (این ای سی) کا ایک توسیعی اجلاس لاہور میں ۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا۔ اس کنفیڈریشن کی تقریباً ۴۵ رکنی تنظیموں میں سے تقریباً ۳۰ یونینوں نے اپنے صدر اور سکریٹری صاحبان کے توسط سے شرکت کی۔ کنفیڈریشن میں اخباری کارکن فرداً فرداً ممبر نہیں ہوتے بلکہ ان کی یونین رکن ہوتی ہے اور ان کی نمائندگی یونینوں کے منتخب صدر اور سکریٹری صاحبان کرتے ہیں۔ ایپنک با ضابطہ ملک گیر انتخابات کے ذریعہ اپنے منظور شدہ دستور کے تحت جنوری ۱۹۷۶ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس میں جو این ای سی اور عہدیدار منتخب ہوئے تھے وہ صرف ایک سال کی عبوری مدت کے لئے تھے۔ جنوری ۱۹۷۷ء میں دوبارہ ملک گیر کنونشن لاہور میں ہوا اور اس میں دو سال کے لئے موجودہ عہدیدار اور ارکان این ای سی منتخب کئے گئے اسی کنونشن میں رسوائے زمانہ چار کے ٹولے کے تین ارکان یعنی رشید صدیقی۔ نسیم الحق عثمانی اور محمود جعفری کو انتخابات میں شرمناک شکست ہوئی تھی۔ ان میں سے ایک رکن یعنی رشید چوہدری برنا صاحب کے پینل میں شامل تھے۔ اس لئے ان کی حمایت سے تین میں سے ایک وائس چیئرمین منتخب ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان چاروں حضرات نے اخباری کارکنوں کی گذشتہ آزادئ صحافت اور اقتصادی مطالبات کی تحریک میں جس طرح وزارت اطلاعات کے ہاتھوں خود کو فروخت کیا اور اخباری کارکنوں کے اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی ناکام کوششیں کیں وہ سب کے سامنے ہے۔

اُجرت بورڈ میں ایپنک کے نامزد کردہ نمائندے ہی تسلیم کئے جائیں گے

ایپنک کی موجودہ این ای سی کی مدت جنوری ۱۹۷۹ء میں ختم ہو رہی ہے۔ چنانچہ این ای سی کے معمولی اجلاس میں جو لاہور میں ۱۹ر دسمبر کو منعقد ہوا۔ فیصلہ کیا گیا کہ ایپنک دو سالہ کنونشن (بی ڈی سی) اور انتخابات ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ر جنوری ۱۹۷۹ء کو فیصل آباد میں منعقد کیا جائے جس کے لئے انتخابات کے جدول کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ جس کی مزید توثیق ۳۰ر نومبر کو این ای سی کے توسیعی اجلاس میں بھی کر دی گئی ہے۔ توسیعی اجلاس میں جس میں ایپنک کی تمام رکن تنظیموں کے صدر اور سکریٹری صاحبان کو صلاح و مشورہ کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ اجلاس میں یوں تو کنفیڈریشن کی جملہ ۴۵ یا ۴۶ رکن تنظیموں میں سے تقریباً ۳۰ تنظیموں نے شرکت کی لیکن باقی غیر حاضر تنظیموں میں سے اکثریت کے

باقی صفحہ ۴۷ پر

پیر پاگارا اکیلے نہیں کچھ "باتیں" ہیں، ظہور الٰہی

ملک میں آئینی بحران بھٹو اور پیرزادہ

اندرون اور بیرون ملک بھٹو کے بارے میں تشویش

پاکستان کی سیاسی سطح پر جس تبدیلی سے "رنگ" تبدیل ہونے شروع ہوئے ہیں اس کے مدنظر سیاسی امبصر آئندہ ایک ہفتے کو کافی اہمیت دے رہے ہیں یہ مبصر پاکستان کی سیاست میں کئی غیر متوقع تبدیلیوں کی توقع کر رہے ہیں۔

ایک طرف سیاسی مبصر ملک میں غیر متوقع سیاسی تبدیلیوں کی پیشینگوئی کر رہے ہیں تو دوسری طرف وہاں کے قانونی ماہرین بہت جلد ملک میں ایک بہت بڑے آئینی اور قانونی بحران کی پیش گوئی کر رہے ہیں۔ یہ ماہرین اس متوقع بحران کی وجہ ان قانونی اور آئینی نکتوں کو قرار دے رہے ہیں جو حال ہی میں پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی نظر بند صاحبزادی مس بے نظیر بھٹو کی طرف سے پنجاب ہائی کورٹ میں داخل کی گئی پٹیشن میں اٹھائے گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ خود سرکاری حلقے ان نکتوں کو کافی وزن دار محسوس کر رہے ہیں۔

باخبر ذرائع کے مطابق اس وجہ سے حکومت کے کارپرداز اتنے پریشان ہیں کہ حال ہی میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق جب کراچی آئے تو انہوں نے خاص طور پر اب تک پاکستان کی ہر مارشل لا حکومت کے مشیر اور اس وقت قانونی اور پارلیمنٹری امور (واضح رہے کہ اس وقت کوئی پارلیمنٹ موجود نہیں اور وہ بروہی صاحب کے مشوروں کی بھینٹ چڑھ چکی ہے) کے وزیر مسٹر اے کے بروہی کو طلب کیا اور ان سے ان "نکتوں" پر مشورہ طلب کیا۔ باخبر ذرائع کے مطابق بروہی صاحب اور سارکا چیزوں کی ذمے داری اٹارنی جنرل مسٹر شریف الدین پیرزادہ کے سر تھوپ رہے ہیں ان کے مطابق شریف الدین پی پی لابی کے ساتھ مل گئے ہیں اور انہیں ان کمزور پہلوؤں سے واقف کر رہے ہیں جو ملک موجود قانونی ڈھانچے میں موجود ہیں ان ہی ذرائع کے مطابق دوسری طرف مسٹر شریف الدین پیرزادہ سمجھتے ہیں کہ ان سب غلطیوں کے ذمہ دار اے کے بروہی ہیں جن کے مشوروں ہی سے انتظامی اقدامات کیٹے گئے ہیں۔

دوسری طرف جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے توں توں سپریم کورٹ میں نواب محمد احمد خاں کے قتل کے مقدمے کے بارے میں سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی اپیل سماعت کی کارروائی میں عوام کی دلچسپی بڑھتی جا

پاگارا کا "خفیہ مشن" دریافت کر لیا گیا

رہی ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق سپریم کورٹ کے ایک جج مسٹر جسٹس وحید الدین کی علالت کے سبب کارروائی کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق اس مقدمے سے نہ صرف عوام کے مختلف طبقے بلکہ حکومت بلکہ بیرونی دنیا بھی کافی دلچسپی لے رہی ہے۔ یہاں موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق بھٹو کے مستقبل کے بارے میں دنیا کے مختلف دارالحکومتوں میں تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔ اس قسم کی سرگرمی کا دائرہ حال ہی میں اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر واقع نیویارک تک وسیع ہو گیا ہے باوثوق ذرائع کے مطابق "کچھ" ملکوں کی ایک مضبوط لابی گزشتہ کچھ عرصے سے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اس سلسلے میں ایک قرارداد لانے کی کوشش کر رہی ہے۔ مگر ایک دوسرا گروپ جس میں کہا جاتا ہے کہ امریکہ اور کچھ دوسرے مغربی ممالک شامل ہیں اس رائے کے ہیں کہ قرارداد اس وقت پیش نہ کی جائے کیونکہ اس وقت پاکستان میں اس سلسلے میں سپریم کورٹ میں ایک مقدمہ زیر سماعت ہے۔ اس لابی کی رائے ہے کہ قرارداد اس وقت پیش کی جائے جب سپریم کورٹ اپنا فیصلہ سنا دے۔ اب دیکھیں نیویارک میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ مگر یہاں پر بھٹو لابی کو اندیشہ ہے کہ حکومت کی طرف سے ایسے نکتے اٹھائے جانے کی کوشش کی جائے گی کہ مقدمے کی کارروائی اتنا طول کھینچے کہ دسمبر کا مہینہ گزر جائے۔ واضح رہے کہ دسمبر میں جنرل اسمبلی کا اجلاس ختم ہو جاتا ہے۔

یہ وقت ہی بتائے گا کہ یہ اندیشے درست ثابت ہوتے ہیں یا غلط! مگر یہاں پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتوں میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل جاری ہے۔ اب تو یہ دائرہ وسیع ہوتے ہوتے تحریک استقلال تک پہنچ گیا ہے۔ جس میں تحریک اور بلوچستان کے ایک اہم رہنما نواب اکبر بگٹی اور سندھ تحریک استقلال کے سربراہ مسٹر این کے جتوئی کو الگ کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف مسلم لیگیوں کی لڑائی ایک بار پھر دو مسلم لیگیوں میں تقسیم پر ختم ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق تو کہہ رہے ہیں کہ مسلم لیگ تین دھڑوں میں تقسیم ہو رہی ہے۔

پگاڑا گروپ والے الزام لگا رہے ہیں کہ پیر صاحب کے خلاف یہ سب کچھ "کسی" کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ ان کا اشارہ خود صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی طرف ہے۔ جبکہ چوہدری ظہور الٰہی گروپ ٹھوس الفاظ میں تردید کر رہا ہے کہ اس بحران میں صدر صاحب کا کوئی ہاتھ ہے۔ یہ گروپ تو اس بات کی بھی تردید کر رہا ہے کہ یہ سب بدولت جنرل محمد ضیاء الحق کو مسلم لیگ کا صدر بنانے کے لئے کیا جا رہا ہے یہ اور بات ہے کہ ملک قاسم گروپ کے ایک اہم رہنما نے بڑی رازداری سے ہمیں بتایا کہ "بس دیکھتے رہو فی الحال چوہدری محمد حسین چٹھہ کو مسلم لیگ کا صدر بنایا جا رہا ہے مگر آخر کار ہوگا وہی جس امکان کا اظہار آپ کر رہے ہیں۔

مسلم لیگ کے بحران کے سلسلے میں آج دائلوں کو وزیر محنت چوہدری ظہور الٰہی نے ایک پریس کانفرنس کی جس میں انہوں نے پیر پگاڑا پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ پیر صاحب یہ سب کچھ ایک "مشن" کے طور پر کر رہے ہیں جس کا مقصد ملک میں نظام مصطفٰے کے نفاذ کو روکنا ہے۔ ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا پیر صاحب یہ سب کچھ اکیلے ہی کر رہے ہیں یا ان کے پیچھے کوئی لابی ہے؟ تو چوہدری صاحب نے پہلے تو یہ کہا کہ پیر صاحب سب کچھ اکیلے ہی کر رہے ہیں ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ مگر پھر تھوڑا رک کر کہنے لگے اس سلسلے میں "کچھ باتیں" ہیں مگر فی الوقت میں بتانا مناسب نہیں سمجھتا"۔ چوہدری ظہور الٰہی نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ سندھ میں پیر صاحب کا کوئی اثر ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ اگر ان کا کوئی اثر ہوتا تو کسی اہم بڑے سندھی رہنما کو تو مسلم لیگ میں لاتے انہوں نے کہا کہ ایک صاحب دریا خاں کھوسو مسلم لیگ میں آئے تھے مگر ان کو بھی پیر صاحب نے کھوسو صاحب کے ایک مخالف کو نواز کر ناراض کر دیا۔

ادھر پیر صاحب اسلام آباد میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور پی این اے کے سربراہ مفتی محمود سے ملاقات کے بعد یہاں پہنچ گئے ہیں۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق وہ ۲۸ اور ۲۹ نومبر کو ایک اہم فیصلہ کن شو کرنے کے لئے تیاریوں کو مکمل کرنے میں مشغول ہیں اور ابھی تک اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب دیکھیں ۲۹ نومبر تک کیا ہوتا ہے اور اس کے بعد کیا ہونے والا ہے ایک اطلاع کے مطابق پیر صاحب کو رد کرنے کے لئے آخری داؤ کے طور پر صدر اور مفتی صاحب نے دسمبر کے پہلے ہفتے میں صوبائی حکومتیں تشکیل دینے کا شوشہ چھوڑا ہے۔ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ ■

بھٹو کی جان بچانے کے لئے امریکی کارٹر کو تار ارسال کریں

امریکی اخبار سٹین فورڈ ڈیلی میں اس کے وقائع نگار نے پاکستان کے حالات کے بارے میں ایک مضمون لکھا ہے اس مضمون کا ترجمہ ہم ذیل میں دے رہے ہیں ۔ ادارہ

ذوالفقار علی بھٹو کی علیحدگی میں سی آئی اے کا ہاتھ ہو سکتا ہے

امریکہ کے سابق اٹارنی جنرل رمزے کلارک نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی علیحدگی میں سی آئی اے کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ رمزے کلارک نے پیر کی رات کو ایک بات چیت کے دوران کہا کہ میں عام طور پر سازش کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتا لیکن چلی (جہاں صدر سلوا ڈور الانڈے کی حکومت کا تختہ الٹنے میں سی آئی اے نے مبینہ طور پر مدد کی تھی) اور پاکستان میں ہونے والے ہنگاموں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔

کلارک حال ہی میں پاکستان کے دورے سے واپس آئے ہیں جہاں انہوں نے جناب بھٹو کے مقدمہ کی کارروائی دیکھی جنہیں پچھلے سال فوجی انقلاب کے ذریعے ہٹا دیا گیا تھا۔

عدالت نے جناب بھٹو کو قتل کے الزام کا مرتکب پایا ہے۔ یہ الزام مسٹر رمزے کلارک کے نزدیک جو ۱۹۶۷ء سے ۱۹۶۹ء تک صدر جانسن کے اٹارنی جنرل رہے ہیں، بے بنیاد ہے۔

واشنگٹن میں سی آئی اے کے ایک ترجمان نے کہا کہ ان الزامات پر ایجنسی کوئی تبصرہ نہیں کرے گی۔ سینیٹ کی انٹیلی جینس کمیٹی کے عملہ کے ایک رکن نے کہا ہے کہ انہوں نے کلارک کے الزامات کو پہلے کبھی نہیں سنا۔

کلارک کا کہنا ہے کہ جناب بھٹو کو ممکن ہے کہ پھانسی دے دی جائے تاکہ اکتوبر کے عام انتخابات میں ان کے برسر اقتدار آنے کا امکان نہ رہے۔ کلارک نے کہا کہ بھٹو کی پھانسی سے عالمی طاقتوں کے اتحاد میں ایسی ڈرامائی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے جو دوسری جنگ عظیم کے بعد اب تک نہیں ہوئی ہے۔

کلارک نے بتایا کہ خلیج فارس کی بندرگاہوں پر روس کی صدیوں سے نظر ہے۔ کریملن میں اگر کوئی طاقت کا خواب دیکھ رہا ہے تو خلیج فارس اس کے لئے سنہری کارا ہے۔

کلارک نے خبردار کیا کہ تاوقتیکہ امریکہ پاکستان میں انسانی حقوق کے بارے میں کوئی موقف اختیار نہیں کرتا دنیا میں آبادی کے لحاظ سے آٹھویں بڑی مملکت نہ صرف روس بلکہ چین بھارت اور افغانستان کے ذریعہ معرض وجود میں آ سکتی ہے۔

کلارک نے شکوہ کیا کہ انہیں اخبارات میں اس کے (پاکستان کے سیاسی صورت حال) بارے میں کچھ پڑھنے کو نہیں ملتا۔ اس کے برعکس روس سے بھاگ کر آنے والوں مثلاً شیرانسکی، اورلے اور گرس برگ کے بارے میں ہر امریکی اچھی طرح باخبر ہے گویا کہ ہمیں پاکستان کے واقعات سے کوئی سروکار نہیں بالکل اسی طرح جیسے بیس سال پہلے ویت نام کے واقعات سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں تھا۔

جنرل ضیاء الحق نے فوجی انقلاب کے وقت ہی کہا تھا کہ جناب بھٹو کو پاکستانیوں کی ایک بہت بڑی اکثریت کی حمایت حاصل ہے بحیثیت امریکی ہمیں خود سے یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ آیا کوئی دانشمند فوجی رہنما پاکستان کے ان حالات میں امریکہ کی منظوری کے بغیر آئینی حکومت کا تختہ الٹ سکتا تھا۔

کلارک نے اس بات کی شہادت کے لئے کہ سی آئی اے جمہوریت پسندوں کے مقابلہ میں آمروں کی امداد کا خواہشمند رہتا ہے۔ ایران میں سی آئی اے کی سرگرمیوں کا حوالہ دیا۔

کلارک نے کہا کہ سی آئی اے کے ڈائریکٹر ولیم کولبی نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ سی آئی اے نے شہنشاہ ایران کو اپنا تخت بچانے میں مدد دی ہے اور اسے سی آئی اے کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیا ہے۔

کلارک نے کہا کہ ہماری خارجہ پالیسی کا ذہن یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ فلاں شخص چنگیز خاں کے بعد سب سے عظیم ترین شخص ثابت ہو سکتا ہے۔

کلارک نے کہا کہ امریکی حکام پاکستان میں آمریت کی حمایت کرنے کے سلسلہ میں یہ جواز پیش کر سکتے ہیں کہ یہ سوویٹ یونین کی پیٹھ میں چھرا ہے۔ امریکی حکام یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے کتنے طیارے خریدے اور اس طرح کیلیفورنیا میں کس قدر مزدوروں کے روزگار کا انتظام کیا۔

اس قسم کی باتیں دانشمندانہ نہیں ہیں۔ ہم بیک وقت ظلم کے دوست اور ریاستہائے متحدہ نہیں ہو سکتے۔

کلارک نے کہا کہ ہمارا اس بات پر یقین ہونا چاہیئے کہ حق ہی اصل طاقت ہے۔ ہمیں یہ بات واضح کر دینا چاہیے کہ ہم دوسرے ملکوں کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑائیں گے۔ ہمیں بتا دینا چاہیئے کہ ہم سیدھے سادے طور پر جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔

کلارک نے امریکیوں سے کہا کہ وہ صدر کارٹر وزیر خارجہ سائرس وانس، سینیٹر کرسٹن اور ہر اس شخص کو تار بھیجیں جس کو وہ بااثر سمجھتے ہیں اور اس میں جناب بھٹو کی زندگی بچانے کی اپیل کریں۔

کلارک نے کہا کہ خطہ ارض پر کسی جگہ بھی اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ ہم انصاف اور آزادی کے لئے اپنی تمام تر اخلاقی قوت استعمال کریں گے۔

ایٹمی پلانٹ کا سودا ختم
امریکی اقتصادی اور فوجی امداد کی بحالی

امریکہ نے اس علاقے میں جغرافیائی سیاسی تبدیلیوں کی وجہ سے پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد بحال کرنے پر غور کرنے کا وعدہ کر لیا اور پاکستان نے ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے سلسلے میں سرتسلیم خم کر لیا ہے۔

وقائع نویس

انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق آج کل اسلام آباد میں بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے جس کا سبب اس بات کو قرار دیا جا چکا ہے کہ واشنگٹن سے اس بات کا اشارہ ملا ہے کہ امریکہ پاکستان کی اقتصادی حتیٰ کہ فوجی امداد جاری کرنے پر غور کرنے کو تیار ہے۔ حال ہی میں اسلام آباد سے ایک "صاحب" یہاں آئے اور بڑی ڈینگیں مار رہے تھے۔ یہ صاحب اس بات پر خاص طور پر زور دے رہے تھے کہ امریکی رویے میں یہ تبدیلی اٹامک ری پروسیسنگ پلانٹ پر پاکستان کی طرف سے امریکہ کو خوش کرنے والی پالیسی اختیار کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے آئی ہے کہ اس علاقے میں واضح جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان کا اشارہ افغانستان کے انقلاب اور ایران میں حالیہ بحران کی طرف تھا۔ ان حضرت نے جوش میں آ کر یہاں تک کہہ دیا کہ "صاحب اب تو امریکہ کے نزدیک پاکستان کی وہی اہمیت ہو گئی ہے جو کسی زمانے میں ترکی کی ہو گئی تھی۔"

یہ حضرت جو بنیادی طور پر ڈپلومیٹ نہیں تھے ڈپلومیٹ بننے کی کوشش کر رہے تھے اور کہنے لگے کہ ہم نے ایٹمی پلانٹ کے بارے میں اپنا موقف ترک نہیں کیا "صرف نرم روی اختیار کی ہے" انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ ایٹمی پلانٹ قائم کرنے کے بارے میں فرانس نے انکار نہیں کیا وہ صرف تاخیر کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اسی دوران پاکستان پر امریکہ کا دباؤ اتنا بڑھے کہ خود پاکستان معاہدے سے منحرف ہو جائے۔

حالانکہ ہمیں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ امریکی وزارت خارجہ کی انڈر سیکرٹری جو حال ہی میں اسلام آباد آئی تھیں اور جنہوں نے ہی امریکی اقتصادی اور فوجی امداد بحال کرنے کے امکانات کی نوید سنائی تھی ان کو اسلام آباد میں بتایا گیا کہ سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے ایٹمی پلانٹ کے بارے میں پاکستان کے عوام میں اتنی "فوبیا" پیدا کر دی ہے کہ پاکستان کی کوئی حکومت کھل کر اس کے بارے میں پیچھے قدم اٹھانے کا حوصلہ نہیں رکھتی اس وجہ سے امریکی سفارتکار پر زور دیا گیا کہ کوشش یہ کی جائے کہ فرانس اس معاہدے سے کھل کر منحرف ہونے کا اعلان کرے۔ اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔"

پاکستان کو امریکی اقتصادی اور فوجی امداد ملتی ہے یا نہیں یہ تو وقت ہی بتائے گا۔ حال ہی میں کراچی کے ہوائی اڈے پر امریکی ہیلی کاپٹر دیکھے گئے ہیں۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ ہیلی کاپٹر کہاں سے اڑ کر کراچی کے ہوائی اڈہ پر پہنچے۔ اس سلسلے میں امریکی سفارتکاروں سے اس وجہ سے توثیق نہیں ہو سکی کہ آج کل امریکی سفارتخانے کے ایک اہم رکن یعنی فرسٹ سیکرٹری اپنا زیادہ وقت بلوچستان میں گزارنے لگے ہیں۔ ■

سو یہودی ایک مودودی
جانور کی قربانی سے پہلے کھال کا سودا

میانوالی

روشن ملک

ذاتی اور گروہی مفادات کے لیے اسلام کا نام لینے والے پیشہ ور مولویوں اور ان کی جماعتوں نے عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنے اصل کردار کا مظاہرہ کیا اور اس سلسلہ میں مارشل لاء حکومت میں شامل جماعت اسلامی دوسرے سب کو پیچھے چھوڑ گئی۔ اس بار بھی میانوالی میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کے نمائندوں نے قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لیے کیمپ لگایا۔ شہر اور گرد و نواح میں "قبلۂ اول کے پاسبانوں کی اپیل" کے عنوان سے پوسٹر لگائے گئے۔ جماعت اسلامی نے جو خود کو قربانی کی کھالوں کا اجارہ دار سمجھتی ہے اس کوشش کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا بلکہ اس کی ڈنڈا فورس مذکورہ پوسٹر اکھاڑنے کے "مقدس فرض" پر لگ گئی۔ اس کے تنخواہ دار اور رضا کار کارکن تحریک آزادیٔ فلسطین اور تنظیم آزادیٔ فلسطین کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہو گئے۔ جماعتوں کی اس حرکت نے ایک پرانے نعرے "سو یہودی ایک مودودی" کی یاد دلا دی۔ عوام نے اس مذموم پروپیگنڈے سے یہ اثر لیا کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کو ۵،۵۰۰ کھالیں دیں جبکہ جماعت ۴۰۰۰ کھالیں بھی جمع نہ کر سکی۔ حالانکہ فلسطینیوں کی تنظیم "الفتح" کے پاس مقامی کارکنوں کی کمی تھی۔

عید الاضحیٰ کے بعد یہاں ایک مسئلہ یہ زیر بحث آیا ہے کہ قربانی کے جانور کی کھال کا سودا قربانی سے پہلے جائز ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اس لیے کھڑا ہوا ہے کہ قصبہ واں بھچراں میں مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے ملاؤں نے عید سے ۳ روز قبل غلام رسول قصاب سے ۴۲ روپے فی کھال کے حساب سے سودا کیا لیکن اس سودے کے بعد کھالوں کی قیمتیں چڑھ گئیں جس کی بنا پر ایک فرقہ کے مولویوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ قربانی سے پہلے زندہ جانور کی کھال کا سودا جائز نہیں ہے اس لیے عید کے دن دوبارہ سودا ہوا اور ایک کھال کی ۵۵ روپے قیمت طے پائی جبکہ دوسرے فرقوں سے تعلق رکھنے والے مولویوں نے پہلے سودے کو جائز قرار دیتے ہوئے ۴۲ روپے ہی کے حساب سے کھالیں فراہم کیں۔ غلام رسول قصاب بھی اس سودے کو جائز مانتا ہے۔ ■

بے نظیر کا دورۂ سرحد ملک کی سالمیت کیلئے نیک شگون تھا

فوجی عدالت میں سابق گورنر سرحد ریٹائرڈ میجر جنرل نصیر اللہ خان بابر کا بیان!

ذیل میں ہم سابق گورنر صوبۂ سرحد اور پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ خان بابر کا وہ بیان پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے فوجی عدالت کے روبرو دیا تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ بیان پی پی پی کی سرکاری پالیسی کے مطابق ہے یا نہیں۔ ایک بات بڑی واضح ہے کہ اس بیان میں کئی باتیں ایسی ہیں جس سے بہت سے لوگوں کو اتفاق نہیں ہوگا۔ اس کے باوجود اس بیان کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ایک مخصوص طرزِ فکر سے اپنے قارئین کو روشناس کرایا جائے۔ ان کے اظہارِ خیال کے لئے ہمارے صفحات حاضر ہیں (ادارہ)

۱: مبینہ تقریر کے دوران میں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کی۔ میری عمر، تجربے / پس منظر کا حامل کوئی شخص جذباتیت اور غیر ذمہ داری کے ساتھ گفتگو نہیں کرتا۔ چونکہ الزامات ایسے بھاری بھرکم اور بنیادی نوعیت کے ہیں کہ میں لازمی سمجھتا ہوں کہ پورے عجز و انکسار کے ساتھ ان خدمات کا مختصراً ذکر کروں جو میں نے ملک اور فوج کے لئے انجام دی ہیں۔ چونکہ میں صرف دو سال قبل، ملازمت سے قبل از وقت اور مملکت کے مفاد میں ریٹائر ہوا ہوں اس لئے ملازمت پر فائز افسروں کی ایک بڑی تعداد مجھ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر واقف ہے۔ جہاں تک میرے یقین کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ دیانتداری، وفاداری، استقامت کردار اور صاف گوئی کے بارے میں میری شہرت اچھی رہی ہے اور یہ کہ میں منافقت میں ملوث نہیں رہا یہ امر اس بات سے واضح ہوگا کہ فوج کے ریکارڈ پر میری ۲۶ اے سی آر موجود ہیں۔

کیا تم پاکستان کے لئے بھٹو کے سامنے جھک نہیں سکتے

۲ : میں اس خطاب کی ایک نقل آپ کو فراہم کر رہا ہوں تاکہ آپ اپنے وقت / ذہن کے ساتھ، زیادہ غور و فکر کر کے اس معقولیت کا بغور اندازہ کر سکیں جس نے مجھے مجبور / متحرک کیا کہ میں اس انداز میں تقریر کروں جیسی کہ میں نے کی۔ مختلف مراحل پر تفصیلات کے بارے میں اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن جہاں تک عام خدوخال کا تعلق ہے اس پر کوئی تنازعہ نہیں ہے۔

۳ : میں پاکستان کے قیام کے فوری بعد جنوری ۱۹۴۸ء میں پی ایم اے میں داخل ہوا۔ تربیت کے دوران سردار بلدیو سنگھ، ہندوستان کے وزیر دفاع نے لوک سبھا میں اعلان کیا کہ ہندوستانی فوج کا ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں ہدف یہ ہوگا کہ کشمیر میں مداخلت کاروں / حملہ آوروں کو نکال باہر کیا جائے جبکہ موسم گرما کی تعطیلات میں (۲½ ماہ) قومی ہنگامی صورتحال پر لبیک کہنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہوا (قیادت کرنے والوں کی شدید قلت ہونے کی وجہ سے) اور نتیجتاً آزاد کشمیر (پونچھ سیکٹر) روانہ ہو گیا تاکہ قبائلی لشکر میں شامل ہو سکوں اور آزادی کی جنگ میں شرکت کر سکوں۔ میں دو ماہ سے کچھ زیادہ سرگرم کارروائیوں کے علاقے میں رہا۔ (دو بڑی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ ایک ستوال گھاٹی کی جس میں ایک مکمل ہندوستانی بریگیڈ کو پسپا کر دیا گیا اور دوسری چھجہ کی لڑائی) اور جب تمغہ دفاع (کشمیر کلاسپ ۱۹۴۸ء) کا سلسلہ شروع ہوا تو میری خدمات کے اعتراف میں مجھے یہ تمغہ دیا گیا۔

۴ : فروری ۱۹۴۸ء میں مجھے فوج میں کمیشن دیا گیا اور نارمیشن کے ساتھ خدمات انجام دیتے ہوئے دیر۔ باجوڑ (۱۹۶۲ء – ۱۹۶۰ء) میں کارروائیوں میں شریک رہا جس کے نتیجے میں مجھے دیر۔ باجوڑ کلاسپ ۶۲ – ۱۹۶۰ء دیا گیا۔

۵ : پھر ایک فضائی اسکواڈرن (ہیلی کاپٹر) کی کمان کرتے ہوئے، فرض کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے رن آف کچھ گیا جبکہ اس علاقے میں ہندوستانی فوج کے خلاف تیاریاں جاری تھیں۔ میں نے ایک سکیشن پائلٹ (کیپٹن) کے فرائض انجام دیئے۔ میں نے جو امداد فراہم کی اور اپنی ذات کے لئے کس قسم کے خطرات کا سامنا کیا ان کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ڈی، سی، او، اے، ایس — جو کہ اس وقت اس علاقے میں ایک بٹالین کمانڈر تھے۔ ان تفصیلات سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس کے نتیجے میں مجھے رن آف کچھ ۱۹۶۵ء کلاسپ دیا گیا۔

۶ : ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جبکہ اس وقت بھی فضائی اسکواڈرن کی کمان میرے پاس تھی۔ مجھے پھر کارروائیوں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ کسی شیخی کے بغیر اور پورے انکسار کے ساتھ میں آپ کی توجہ ایک منفرد واقع کی جانب مبذول کراؤں گا جس میں ایک مکمل ہندوستانی چوکی، جو ۶۰ سے زائد جے سی او / او، آر نے ایک ہیلی کاپٹر پائلٹ کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوائی حملے کے پیش نظر ہیلی کاپٹر کو واپس بھیج کر میں نے نہ صرف انہیں غیر مسلح کیا اور موجودہ افراد کو باہر نکلنے کا حکم دیا بلکہ انہیں (غیر مسلح) ان کے علاقے سے مارچ کروا کر ہماری اپنی چوکی (کوئل) اور اس کے بعد مزید ۷ میل دور ہنڈھار۔ رات کے وقت کسی مسلح ساتھی / مدد کے بغیر لایا۔ اس کے نتیجے میں مجھے ستارہ جرأت اور کشمیر کلاسپ ۱۹۶۵ء دیا گیا۔

۷ : ۱۹۷۰ء کے آخری حصے اور ۱۹۷۱ء کے ابتدائی ایام میں میں نے ایک ہیلی کاپٹر ایلیمنٹ کے ساتھ مشرقی پاکستان میں خدمات انجام دیں جس ذہانت سے خدمات انجام دی

مجھے، آپ کو اور ہماری آنے والی نسلوں کو یہیں رہنا ہے

گیئں وہ ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اور ان خدمات کے اعتراف میں مجھے تمغہ پاکستان دیا گیا۔ ”سائیٹیشن“ آرمی کے پاس موجود ہے۔

۸ : ۱۹۷۱ء کی جنگ میں پہلے آرٹلری کے کمانڈر کے طور پر خدمات انجام دیں اور اس کے بعد ایک منفرد معاملے کے طور پر (ایک گنر کے لئے) میدان جنگ میں ایک انفنٹری بریگیڈ کی کمان سونپی گئی۔ مجھے دوسرا ستارہ جرأت دیا گیا۔ ”سائیٹیشن“ میرے جذبۂ ایثار و قربانی وافر گواہی کا حامل ہے میں شدید زخمی ہوا تھا۔

۹ : اس لئے۔ مجھے یہ منفرد اور نمایاں اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پاکستان آرمی کی طرف سے کی جانے والی تمام کارروائیوں (بشمول بلوچستان) میں حصہ لے چکا ہوں اور شاید پوری آرمی میں تنہا شخص ہوں جسے آج تک دیئے جانیوالے تمغہ دفاع کے چاروں کلاسپ ملے ہوں۔

سرحدوں پر خدمات

۱۰ : ۱۹۷۲ء میں مجھے پشاور میں فرنٹیئر کارپس کا انسپکٹر جنرل مقرر کیا گیا۔ اس وقت کمانڈر نو کنڈی سے خوزاب اور اولڈ ٹنگ تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ اسی زمانے کی بات ہے کہ میں قائد عوام کی فعال قیادت کے رابطے میں آیا اور مجھے اس کے تحت کام کرنے کا اعزاز و افتخار ملا۔ میں اسے انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ قائد عوام کی فوجی استحکام کے لئے کوششوں اور عوام کو ایک قوم میں ڈھالنے کے ان کے جذبے کا مختصر ذکر کیا جائے۔

۱۱ : ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم نے خیر سگالی کے اظہار اور قومی استحکام کی طرف پہلے قدم کے طور پر قبائلی علاقے کے اندر اور اس کے آس پاس متعین تمام فوجوں کو واپس بلا لیا۔ ان کی ہرگز ہرگز یہ نیت نہیں تھی کہ ان کا ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ مگر بعد کے سالوں میں ہم آہنگ رخ کی عدم موجودگی کی وجہ سے، انتظامیہ نے ”ماہرانہ بے عملی“ کی ایسی پالیسی پر عمل کیا کہ یہ علاقے دن بدن حکومت کے اختیار کے خلاف کے طور پر ترقی کرتے گئے۔ اس کے نتیجے میں افغانستان اور پاکستان میں اس کے دم چھلوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور قومی سیاست کی شہ رگ میں ”پختونستان“ کا جرثومہ داخل کر دیا گیا تھا۔

۱۲ : یہ قائد عوام تھے جنہوں نے اپنی دوربینی اور پیمبرانہ بصیرت کے ساتھ قبائلی علاقوں کے بارے میں ایک ہم آہنگ اور بامقصد پالیسی وضع کی۔ یہ پالیسی جرأت مندانہ، بامقصد فعال اور قائد عوام کی شخصیت کے مطابق تھی۔ وہ واقف تھے کہ موجودہ زمانے میں فوجی استحکام کی کسی کوشش کا سنگ بنیاد صرف ایک عنصر پر انحصار ہے یعنی اقتصادی حقیقت / فوائد اس لئے اس پالیسی کے دو پہلو تھے یعنی حکومتی / انتظامی مشینری کی توسیع اور وسیع سماجی، اقتصادی ترقیاتی پروگرام۔ ۱۹۷۳ء میں مختلف علاقوں یعنی کاکڑ خراسان (۲۵۰۰ مربع میل کا علاقہ جسے ۱۹۱۹ء سے انتظامی طور پر ترک کر دیا گیا تھا) مرکزی وزیرستان، مہمند، باجوڑ اور اورکزئی ایجنسیوں میں قابل ذکر سرگرمی دیکھی۔ بالائی مہمند وں نے ۱۹۳۵ء سے حکومتی اختیار نہیں دیکھا تھا جب کہ آخری بار برطانوی فوجی وہاں گئے تھے۔ درحقیقت یہ علاقے ہر اعتبار سے افغانستان کے طفیلی تھے اور اکثر صورتوں میں مالی فوائد / سالانہ الاؤنس افغانستان ادا کرتا تھا۔ یہ صورتحال تھی جو ۱۹۷۳ء میں رائج تھی۔ قائد عوام نے ہمارے مغرب میں

ان ناقابلِ قیاس تبدیلیوں کی پیش بینی کی اور اپنی پیمبرانہ بصیرت سے انکے حکمنہ اختتام کا درست اندازہ لگایا۔ پہلی بات شاہ ظاہر کا تختہ الٹنا اور سردار داؤد کا برسرِ اقتدار آنا تھی جس کا ایک فطری لازمہ (جسے دوسرے سالوں بعد بھی محسوس نہیں کر سکے) یہ تھا کہ ایک سیاسی خلاء پیدا ہوا تھا کیونکہ سردار داؤد کا کوئی جانشین نہیں تھا۔ جب کسی بڑی طاقت کے پڑوس میں خلاء پیدا ہوتا ہے تو اسے براہِ راست یا بالواسطہ طور پر پُر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری عمل اور طاقت کی سیاست کے بڑے کھیل کا ایک حصہ ہے۔ بعد کی تبدیلی (اپریل ۱۹۷۸ء کی بغاوت) نے ان کے اندازے کو ہو بہو درست ثابت کیا ہے: قائدِ عوام نے اس پالیسی کو جس طرح وضع کیا اور جس طرح اس کی رہنمائی کی اس نے نہ صرف یہ کہ دوسرے فریق کے اقدامات کا پہلے ہی سے تدارک کر دیا بلکہ زبردست فوائد بھی حاصل ہوئے یعنی پختونستان کے ڈھونگ کو مؤثر طور پر ختم کر دیا/ ان کا گلا گھونٹ دیا۔

۱۳: مارچ ۱۹۷۶ء میں مجھے فوج سے قبل از وقت ریٹائر کر دیا گیا۔ (ایک بریگیڈیئر کے پنشن کے فوائد) تاکہ صوبہ سرحد کے گورنر کے عہدے پر فائز ہو سکوں تاکہ قومی استحکام کا پروگرام بار آور ہو اور اس طرح قبائلی علاقوں کو قومی زندگی کے اصل دھارے میں شامل کیا جائے۔ جب میں آیا تو اس وقت کیا حالات تھے دتا خیل اور وانا میں، شمالی اور جنوبی وزیرستان دونوں میں قطعی بین القبائلی نزاعیت تھی، درحقیقت دونوں ایجنسیاں حالتِ جنگ میں تھیں اور انتظامیہ کلی طور پر مفلوج تھی۔ مہمند ایجنسی میں سلطان کور سے آگے سڑک پختہ نہیں تھی۔ اس جگہ ۱۹۴۷ء میں کام روک دیا گیا تھا۔ جب میں فوج میں واپس گیا تو اس کے نتیجے میں تمام دوسری سرگرمیاں بھی تکلیف دہ طور پر رک گئیں کارروائی کی سفارش کی گئی۔ نراکی۔ نواگئی تیمرگرا سڑک عوامی دور کی منفرد کامیابی کے طور پر موجود ہے۔ ایک سڑک کی ناوا کی طرف توسیع کی گئی۔ دتا خیل اور داتا میں تنازعے حل کئے گئے (گو مؤخر الذکر مقام پر سختی کے ساتھ۔ لیکن جو قومی تحفظ کے نکتہ نظر سے ضروری تھی) باجوڑ اور اورکزئی ایجنسیوں میں قابلِ ذکر پیش رفت کی گئی۔ دریائے کیتو گذرگاہ (شمالی وزیرستان) کا سروے کیا گیا اور قبائل کو سڑک اور اس کے دوسرے لوازمات قبول کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ خرم تنگی پل کی سائٹ حاصل کی گئی جہاں قبائل کی وجہ سے کام معطل کر دیا گیا تھا۔ تیراہ کے جنگلوں اور اس سے زیادہ اہم چورا اور بازار کی وادیوں میں داخل ہونے کے لئے ضروری فضا پیدا کی گئی اور کام شروع ہونا صرف وقت طے کرنے کی بات رہ گیا۔ یہ اس جرأت مندانہ اور ہم آہنگ پالیسی کی کامیابی تھی جس نے بالآخر سردار داؤد کو ۷۶ء میں خیرسگالی کا رویہ اختیار کرنے، دوستی اور مفاہمت کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ آزادی کے بعد کی تین دہائیوں میں پہلی بار افغانوں کو دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنے پختون بھائیوں کا ساتھ چھوڑ گئے اور صرف اپنے بلوچ بھائیوں کی باتیں کرنے لگے۔ جب وقت کی انگلی حرکت میں آئے اور تاریخ اپنا فیصلہ لکھے تو قومی استحکام کی یہ کوشش قائدِ عوام کی کلاہ میں درخشاں طرے کے طور پر محفوظ کی جائے گی۔

۱۴: جولائی ۷۷ء میں بغاوت کے نتیجے میں مجھے اپنے عہدے سے ہٹایا گیا اور اس کے بعد سے سرحدوں پر کیا صورتحال ہے؟

(ا) سی ایم ایل اے ۔ ۔ ۔ ۔ حیدرآباد ٹریبونل توڑ دیا اور نیپ کی قیادت کو رہا کر دیا۔ کیا مثبت فوائد حاصل ہوئے؟ کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ حکومت نے اپنے جائز ہونے کے بارے میں ان کی خدمات پر زبردست اعتماد کیا لیکن بری طرح ناکام رہی۔ کیونکہ تمام کی تمام اعلےٰ قیادت چھٹی پہ چلی گئی اور چھٹی پہ

وہ لوگ جنہوں نے ملک کی خدمت کی جیلوں میں سڑ رہے ہیں

ہی رہی۔ اور یہ توقع کرتی رہی کہ پاکستان کے ٹکڑے ہونے کا اس کا خواب ۔ ۔ ۔ کے ہاتھوں بار آور ہوگا۔ منفی پہلو کی طرف۔ وہ چار قومیتوں، صوبائی خود مختاری اور اب چند دنوں سے علیحدگی (شیر محمد مری) کے بارے میں خوب باتیں کر رہے ہیں۔ صوبہ سرحد پیپلز پارٹی نے کامیابی کے ساتھ ان کی بیخ کنی کی ہے۔ کسی بھی قومی معیار سے ایک بڑی کامیابی۔ لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ حکومت کے لئے ناقابلِ قبول کیونکہ ان کی منصوبہ بندیوں میں ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ کیا یہ الٹی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جو گزشتہ ۳۰ سال سے اپنی اعلان کردہ مملکت دشمن پالیسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ آزاد رہیں، زہر پھیلاتے رہیں اور کنارے بیٹھ کر اپنی خواہش/خواب کے مکمل ہونے کے مزے لیتے رہیں (یقیناً رسم تاجپوشی میں شرکت کے سوا) جبکہ وہ لوگ جنہوں نے ملک کی خدمت کی جیلوں میں سڑتے رہیں؟ کیا اس سے بڑا کوئی المیہ یا انصاف کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے؟

(ب) قطبی ریچھ نے خلاء کو جانتے ہوئے اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ہم داخلی معاملات میں سرتاپا ملوث ہیں معاملات کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا اور اپنی حکمتِ عملی کی منزل ـــ جس سے اسے دو صدیوں سے محروم رکھا گیا ہے، کی طرف سفر شروع کر دیا۔ یوں اپریل ۱۹۷۸ء کی بغاوت نے اپنے عواقب میں برصغیر پر ایک لچکدار اور ناقابلِ قیاس حملہ شروع کر دیا (نظریاتی) اور حریف اپنے روایتی/تاریخی انداز میں صحت بخش افغان سطح مرتفع پر ستا رہا ہے اسے پتہ ہے کہ ردعمل/مزاحمت صرف پختون قبائلی علاقے سے ہی آسکتی ہے۔ جو اپنے عقائد میں مذہبی اور قدامت پرست ہیں اور ایک ایسا عنصر ہے جس نے تاریخی طور پر افغان سیاست میں توازنِ اقتدار کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بذاتِ خود ایک بھرپور موضوع ہے۔ بہر حال پاکستان کے اپنے اندرونی جھگڑوں میں الجھے ہونے کی وجہ سے کابل میں حکام کو قدم جمانے کے لئے سال یا دو سال کی ضمانت مل گئی ہے اگر یہاں یہ جھگڑے نہ ہوتے تو افغانستان میں حالات وہ رخ اختیار نہ کرتے جو انہوں نے کیا ہے۔ اسی طرح ہماری پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قطبی ریچھ نے ترجیحات میں بھی تبدیلی کر لی ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ہماری تباہی (خدا نہ کرے) چند دن کی بات ہے۔ انہوں نے ایران میں اپنی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں جو دوسری صورت میں ۱۹۸۰ء کے اوائل یا وسط سے پہلے نہیں ہونی تھیں۔ ہمارے سرپرستوں کے لئے، جنہوں نے بالکل احمقانہ اور غیر حقیقت پسندانہ طور پر پاکستان کو غیر مستحکم بنانے کے پروگرام پر عمل پیرا ہوئے۔ یہ تبدیلی یقیناً افسوسناک ہوگی۔ دوسرے فریق نے بغیر ملوث ہوتے اور بغیر کوشش فوائد حاصل ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی وقت ہو کہ ہم ایک دوسرے سے معاملات طے کر لیں اور اس عفریت کا مشترکہ طور پر مقابلہ کریں۔ کیا ۔ ۔ ۔ ذہن اس حد تک لچکدار ہے کہ اپنا راستہ تبدیل کر سکے؟ میرے ذہن اور مخلصانہ یقین کے مطابق قائدِ عوام ہی وہ واحد سیاستدان ہیں جو ہمیں اس مصیبت سے باہر نکال سکتے ہیں۔ کیا ۔ ۔ ۔ ذہن اس حد تک نہیں جھک سکتا؟

(پ) افغانستان نے ایک بار پھر ہر ایک بین الاقوامی فورم سے پورے زور شور کے ساتھ پختون اور بلوچ بھائیوں کی کاز کو بڑھاوا دینا شروع کر دیا ہے۔ وہ ڈیورنڈ لائن

اور چارپانا درے میں گھسنا شروع کر دیا ہے ایسی بات جس کا ماضی میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(ث) ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ایک مکمل طور پر پٹی ہوئی قوم اور اسی لئے چیلنج کا جواب نہیں دے سکتی۔ ہمارا ردِّعمل کیا ہے؟ ایک کمزور اور سعادتمندانہ قسم کا جواب اور اس کے لئے یہ فرض کر لیا جاتا کہ یہ ہمارا دل خوش کرنے اور مفت خوروں / مصاحبوں کے لئے اس مفروضہ جرأتمندانہ مؤقف کی تعریف میں کائیں کائیں کرنے کے لئے کافی مواد ہے۔ ہمارے ۔ ۔ ۔ ۔ کس بصیرت کے حامل ہیں؟ کیو بادالوں کے ہیولے یا بُرے خواب، روسیوں کے ہیولے اور اس طرح ہمیں مزید پست حوصلہ کرنے کے لئے کیا ایک لمحے کے لئے یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ ہمارا خون سفید ہو گیا ہے؟ کیا ایک لمحے کے لئے یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ ہمارا خون پانی بن گیا ہے؟ کیا ہم اس قومی تحقیر پر ذہنی اذیت محسوس نہیں کرتے خاص طور پر اس صورت میں جبکہ ایک شخص یہ جانتا ہے کہ اتنا کچھ کیا جا سکتا ہے اور خوف کے مشوروں کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ تب کیا ہم ضمیر کے تقاضوں کے باوجود گونگے تماشائی بن کر کنارے بیٹھے رہیں گے اور قوم کو اپنی تباہی کی راہ پر آگے بڑھتا دیکھتے رہیں گے۔

۱۵: اس تفصیل کے پیش کرنے سے میرا مقصد عدالت کے ذہن کی صفائی یا کسی بھی طرح رعایت یا تخفیف طلب کرنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد یہ واضح کر دینا تھا کہ ایسے پس منظر / ریکارڈ کا حامل شخص یا تو حواس باختہ ہو گیا ہے یا پھر ذات / فرد سے زیادہ وقیع، ملکی، عوامی اور مسلح افواج کے مفادات جنکی اس نے اتنی وفاداری اور ایقان کے ساتھ خدمت کی ہے، کے تقاضوں سے مجبور ہوا ہے۔

موجودہ مسئلہ

۱۶: مس بے نظیر بھٹو کے دورۂ صوبہ سرحد کے دوران ۱۰ ستمبر سے ۱۴ ستمبر ۱۹۷۸ء تک میں ان کا شریک سفر رہا۔ یہ دورہ جیسا کہ ہر طرف تسلیم کیا گیا ہے ایک زبردست کامیابی تھا لیکن مارشل لا حکام کے یقین / خواہش کے بالکل برعکس یہ عرض کرنا ضروری ہو گا کہ فوجی نکتہ نظر سے (وہ نکتہ نظر جو پنجاب میں قبول کیا جاتا ہے) اس کامیابی کو لشکرانہ نکتہ نظر سے دیکھنا چاہیئے تھا۔ خاص طور پر ہماری موجودہ قومی مشکلات کے پیش نظر۔ قوم دشمن عناصر (ٹیپ۔ سپریم کورٹ ریفرنس ریکارڈ پر موجود ہے) کے جھوٹے اور جعلی دعووں کی قلعی کھل گئی۔ استقبالیئے پرجوش تھے اور فضا ایسی تھی جیسی کہ پاکستان کی تخلیق کے وقت تھی۔ اس احساس میں یہ جذبہ بھی شامل تھا کہ ملک کو ہم خود اپنے آپ سے محفوظ رکھیں۔ ایڈورڈز کالج کا حالیہ دورہ اس جذبہ جہاد کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ یہ نوجوان ہی ہیں جو اپنے جذبے، جوش اور بے پناہ توانائیوں کے عوام کی اپنی منزل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہاں یہ کام بہت اچھی طرح شروع ہوا ہے۔ ایک قوم پرست کے لئے حالات کے اس رخ سے زیادہ دل خوش کن بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ پڑوسی ملک کے واقعات کی روشنی میں اسے دیکھا جائے۔ یہ ان کی ہمارے معاملات میں دلچسپی کا بڑا واضح جواب تھا اور اسے بھرپور طریقے سے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ بڑی مدت کے بعد ایک قوم پرست پارٹی نے جانشینی اختیار کی تھی اور یہ مملکت کی سالمیت کے لئے نیک شگون تھا۔

۱۷: میری کہی ہوئی باتوں کے دفاع میں، اگر دفاع کی ضرورت ہو ـــ کیونکہ ایم ایل آر کی دفعہ ۱۰ کے تحت چارج

شیٹ کے مندرجات اس قدر مبہم ہیں۔ اگر ذہانت کیساتھ ان کا تجزیہ کیا جائے اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کے پورے کا تقریر کے سیاق و سباق میں دیکھا جائے۔ منتخب / پسندیدہ سنسنی خیز ٹکڑوں کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے جوڑ لیا گیا جو اکثر صورتوں میں تشویشناک اور گمراہ کن ہیں۔ تقریریں مستقبل کے بارے میں تھیں۔ ان کا مقصد میرے اب تک کے رفقائے حرب کو ان کے آسودہ خاطری کی بے حسی سے بیدار کرنا تھا۔ ۲۸ سال سے زیادہ مدت تک قومی وردی سجانے کے بعد ایک شخص اس تضاد سے بہت اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے جو ایک سچا سپاہی سیاست اور سیاستدانوں کی طرف رکھتا ہے۔ یہ ایک لعنت ہے اس لئے اس کے برعکس شخصی / ذاتی خیالات / اعتقادات کے باوجود سپاہی پریشان رہتا ہے لیکن ایک خیالی جنت کی جھک میں رہتا ہے۔ توقع کرتا ہے کہ چیزیں اپنے آپ درست ہو جائیں گی۔ یہ سبق / تجربہ ہے پچھلے دو مارشل لاؤں اور ۱۹۷۱ء (بنگلہ دیش) کے واقعات کا۔ اگر ان پر توجہ نہ دی گئی تو زیادہ امکان ہے کہ مملکت کے المناک انتشار پر منتج ہوں اور اس عنصر کے ہاتھوں ہو جس کی بنیادی ذمہ داری اس کی سالمیت کی ضمانت دینا ہے۔ یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی بنگلہ دیش کا داغ لئے پھرتا ہے کہ اسے تاریخ میں آخری اور قطعی واقعات کا حصہ دار قرار دیا جائے۔ اسی لئے تمام تقریروں میں میں نے اس حقیقت پر زور دیا کہ ریاست، عوام (آج جن کی صحیح نمائندگی پیپلز پارٹی کرتی ہے) اور مسلح افواج ایک مثلث کے ۳ نقطے ہیں جس میں ریاست کی حیثیت چوٹی کی ہے اور عوام اور مسلح افواج بنیاد ہیں۔ عوام اور مسلح افواج کے درمیان محاذ آرائی کا لازمی نتیجہ چوٹی کا ٹوٹنا ہو گا۔ اس لئے عملاً مملکت کے ٹکڑے ہونا۔ جس سے شاید انٹیلی جنس ایجنسی نے یہ مطلب نکالا کہ "یہ ایسا وقت ہے کہ فوج اور عوام کے درمیان ٹکراؤ"۔ ابھی جبکہ اس پر غور کرنے کا وقت ہے تمام قوم پرست عناصر کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ اس تباہی سے بچا جائے۔

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ہمیں ایک دوسرے سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا اور اعتدال پسندوں کو موقع دینا ہو گا کہ وہ ملک / عوام کو معمول پر لے آئیں۔ اس طرح دو ستونوں۔ مسلح افواج اور ریاست کو بچائیں۔

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ ـــ

وہ راہ جس پر ہم اس وقت چل رہے ہیں صرف اور آخر کار ہماری مکمل تباہی پر ختم ہو گی۔ محاذ آرائی کی صورت میں فوج کا ردّعمل کیا ہو گا؟ کیا یہ ایک غیر ملکی اور شاہی فوج جیسا ہو گا کیا وہ بے رحمانہ ہلاکت پیا رے گی؟ اور کتنے لوگوں پر کوڑے برسائے جائیں گے۔ کیا یہی طریقے ہیں جن پر مہذب معاشرے عمل کرتے ہیں؟ کیا یہ کوڑے عوام کے دل میں فوج کی محبت پیدا کریں گے۔ ایک حد ہوتی ہے جس تک جبر و استبداد برداشت کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کی مزاحمت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اب مرحلے پر پہنچ چکے ہوں اس واقعہ کے بعد کیا ہو گا۔ کیونکہ ہر واقع کا کوئی نہ کوئی اختتام ہوتا ہے کیا فوج" اولڈ لانگ سائنے" گاتی ہوئی بحری سفر پر روانہ ہو جائے گی۔ نہیں۔ مجھے، آپ کو اور ہماری آنے والی نسلوں کو یہیں رہنا ہے۔ ایسی صورت میں کیا

باقی صفحہ ۵۰ پر

موجودہ پالیسیوں سے مثبت نتائج برآمد نہیں ہوں گے

70 کی قیمتیں واپس لائی جائیں

بلدیاتی اداروں میں نامزدگیاں جمہوریت کے منافی ہوں گی

قومی محاذ آزادی کراچی زون کی جانب سے عظیم انقلابی رہنما حسن ناصر شہید کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک جلسہ بروز جمعہ مورخہ ، ا نومبر عقب دین محمد پریس میکلوڈ روڈ منعقد ہوا۔ جلسے سے محاذ کے سربراہ جناب معراج محمد خاں متحدہ مزدور فیڈریشن کے صدر جناب عثمان بلوچ قومی محاذِ آزادی کراچی زون کے کنوینر اقبال حیدر ایڈوکیٹ، جنرل سیکرٹری جناب ابرار الحسن، جوائنٹ سیکرٹری جناب علمدار حیدر، نائب صدر سید امیر حسین شاہ، این ایس ایف کے جنرل سیکرٹری محمود الحسن نے خطاب کیا۔ ممتاز شاعر اور صحافی جناب خالد علیگ نے حسن ناصر شہید کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے محاذ کے سربراہ جناب معراج محمد خاں نے کہا کہ آج ہم حسن عظیم انقلابی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کا نصب العین مادرِ وطن سے سامراج، جاگیرداری اور سرمایہ داری کے نظام کا خاتمہ اور عوامی جمہوریت کے نظام کا قیام تھا۔ ہم انہیں حقیقی معنوں میں خراجِ عقیدت اسی وقت پیش کر سکیں گے جب ہم ان کے نظریے اور نصب العین کو حاصل کر لیں گے اور مادرِ وطن سے بھوک غربت افلاس کا خاتمہ کر دیں گے

انہوں نے کہا کہ حسن ناصر شہید کی جدوجہد ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ انہوں نے ایسے حالات میں پاکستان کے خوابیدہ محنت کشوں کی بیداری کے لئے کام کیا جبکہ سامراج اور اس کے حواری اپنی طاقت اور جبر کے گھمنڈ میں ساری دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ بھوک و افلاس کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو کافر گردانا جاتا تھا۔ ذرائع ابلاغ پر مکمل طور پر سامراجیوں کا قبضہ تھا۔ عوام سے رابطے کی راہیں مسدود کر دی گئی تھیں۔ اسی لئے حسن ناصر شہید کا نام آج پاکستان کے کروڑوں محنت کش جمہوریت پسندوں اور انقلابیوں کے دلوں میں زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ انہوں نے اپنی ساری جدوجہد میں کبھی بھی سامراجیوں سے مفاہمت کا رویّہ نہ اپنایا بلکہ ہمیشہ وہ اپنی استطاعت اور قوت سے بڑھ کر سامراجیوں کے ہتھکنڈوں کے خلاف نبرد آزما رہے اور ان کے علم اور عمل میں کبھی تضاد نہیں رہا۔ وہ سرمائے کے ارتکاز کے مخالف تھے لہٰذا انہوں نے کبھی بھی موجودہ نظام کا ایک کل پرزہ بننا پسند نہیں کیا۔ وہ خود نہایت خوشحال خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ فرد تھے لیکن غریبوں اور محنت کشوں کی محبت کی خاطر اپنے طبقے کی تمام تر مراعات کو ٹھکرا کر اپنے آپ کو محنت کش طبقے میں سمو دیا۔ بالآخر

قومی اتحاد کو اقتدار سے الگ کیا جائے

مادر وطن کی آزادی، عوام کی خوشحالی اور امن کی خاطر انہوں نے اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔

جناب معراج محمد خاں نے کہا کہ آج کے دن ہمیں اس بات کا حقیقی جائزہ لینا ہوگا کہ ہم نے مادر وطن کے محنت کش عوام کے لیے کتنا کام کیا ہے۔ کیا ہم نے سامراج سے آزادی حاصل کر لی ہے؟ کیا ہم نے جاگیرداری اور سرمایہ داری کے فرسودہ نظام کو ختم کر دیا ہے؟ کیا ہم قومی و طبقاتی ظلم ختم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں؟ کیا عوامی جمہوریت قائم ہو چکی ہے؟ ان سوالوں کا جواب نفی ہے۔ ہمارا ملک آج بھی سامراج کا حقیر مہرہ ہے۔ ہم آج بھی نظام زرداری تلے سانس لینے پر مجبور ہیں۔ ہمارے یہاں آج بھی پہلے سے زیادہ بدترین فوجی آمریت قائم ہے۔ محنت کشوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ قومی و طبقاتی ظلم بڑھ گیا ہے۔ ان گنت مزدور، کسانوں، طالب علموں اور سیاسی کارکنوں اور رہنماؤں کو عقوبت خانوں میں اور پس دیوار زنداں دھکیل دیا گیا ہے۔ اسلام کے نام پر ملائیت کی پرچار اور فروغ جاری ہے۔ نظام مصطفےٰ کی دعویدار جماعتیں اور ان کے رہنما جمہوریت کے بجائے بدترین آمریت کے لئے راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔ آزادئ صحافت، شہری و سیاسی اور اقتصادی حقوق نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ بین الاقوامی سیاست میں ہم سامراج کی کاسہ لیسی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ ہم نے بلوچستان کی بندرگاہوں تک کو امریکہ کے حوالے کر دیا ہے لیکن یہ ۱۹۷۰ء کا پاکستان ہے۔ آج ہمارے عوام کا شعور پہلے سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ آج بین الاقوامی صورتحال بھی تبدیل ہو چکی ہے۔ آج امریکی سامراج اور اس کے حواریوں کو ویتنام، انگولا، موزمبیق، لاؤس، کمبوڈیا اور افغانستان کے عوام نے شکست دے دی ہے۔ آج ایران کے عوام امریکی سامراج کے خلاف اپنی قومی آزادی کی جدوجہد میں کامرانی کے قریب ہیں۔ ہمارا حکمراں طبقہ فرسودہ نظام زرداری کو بچانے کی خاطر قرضوں کی اقتصادیات کے ذریعے زیادہ دن زندہ رہنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور ملک کو ایسی سمت کی طرف لے جا رہا ہے جو تباہی و بربادی کا راستہ ہے۔ اگر حاکموں نے چھوٹے صوبے کے عوام کے حقوق بحال نہ کئے، جمہوری اداروں کی پامالی جاری رہی، عوام کے منتخب نمائندوں کے بجائے نامزدگیوں کو اپنایا گیا تو بالآخر ملک کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ ان حالات میں صرف اور صرف ترقی پسند، جمہوریت پسند اور محب وطن قوتیں ہی ملک کو بچا سکتی ہیں۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہماری ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ ہمیں عظیم تر مقصد کے لئے جس کی خاطر ہمارے عظیم ساتھی نے جان نثار کی تھی۔ اپنی صفوں کو مضبوط سے مضبوط تر کر لیں۔ ہمیں اپنے صحیح دوست اور دشمنوں کو پہچاننا ہوگا۔ عوام کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر گروہی اور اختلافی مسئلوں کو بھول کر وسیع تر محاذ بنانا ہوگا۔ اسی صورت میں ہم سامراج اور ان کے حواریوں کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں گے۔ آخر میں انہوں نے عام انتخابات منعقد کرانے تمام سیاسی مزدور، کسان، طالب علم کارکنوں کو رہا

عثمان بلوچ
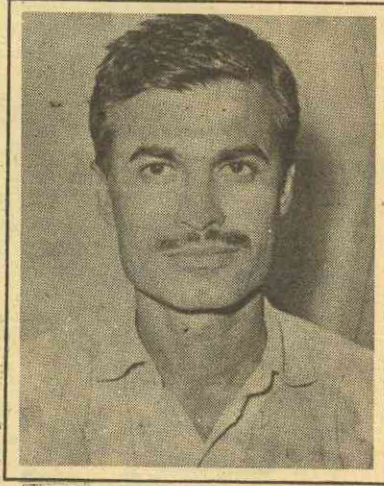
کرنے، شہری و جمہوری آزادیوں کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا۔

جلسے سے متحدہ مزدور فیڈریشن کے صدر جناب عثمان بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم خود کو حسن ناصر کا ساتھی گردانتے ہیں لیکن حسن ناصر کے نظریئے اور اصول پر چلنے کی کوشش نہیں کرتے یہی وجہ ہے آج ترقی پسند قوتیں منتشر حالت میں ہیں۔ اگر نظریاتی مسئلوں اور حکمت عملی پر اختلاف کریں تو یہ مثبت بات ہوگی لیکن ہم افراد کے ذاتی جھگڑوں کی نظریاتی تاویلیں پیش کرتے ہیں۔ ہمیں آج کے دن اپنا تنقیدی جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم نے کیا کوتاہیاں کی ہیں۔ جب ہم اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو درست کر لیں گے اور اپنی حقیقی صف بندی یعنی محنت کش عوام کے دلوں میں اپنی قربانیوں اور جدوجہد کے ذریعے جگہ بنا لیں گے تو یقیناً منزل ہمارے قریب ہوگی۔ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے محاذ کے رہنما جناب علمدار حیدر نے کہا کہ ہمارے عظیم ساتھی اور رہنما حسن ناصر شہید کی زندگی ہمارے لئے ایک مثالی انقلابی زندگی ہے جنہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ہمیں ایک ایسے راستہ کی طرف گامزن کیا جس راستے میں مصلحت کے بجائے جدوجہد اور قربانیاں ہیں۔ ہم نئی نسل کے لوگوں نے حسن ناصر شہید کو دیکھا تو نہیں لیکن ان کے ساتھیوں کی زبانی ان کی جو باتیں اور افکار ہم تک پہنچتے ہیں وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کے قریبی ساتھی نے بتایا تھا کہ حسن ناصر شہید سے ملاقات کرنے والا کوئی بھی فرد ان کے عزم حوصلے اور انقلاب کے غیر متزلزل یقین سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ لہٰذا جب ایک رہنما اپنے راستے اور منزل پر یقین کامل کے ساتھ بڑھ رہا ہوگا تو اس کی پارٹی اور عوام الناس بھی اسی کے نقش قدم پر چلنا چاہیں گے۔ لہٰذا انقلاب کی اگوائی کرنے والوں کے لئے یہ ایک معمولی سا سبق ہے کہ ان کے دیے ہوئے سبق کو اپناتے ہوئے اپنی ذات کے تحفظ یا مفادات کے بجائے عوام کے مفادات کو ترجیح دیں۔

قومی محاذ آزادی کراچی کے کنوینر جناب اقبال حیدر نے حسن ناصر شہید کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے لئے ایک ایسی ہستی بن چکے ہیں کہ جس کی راہ کو اپنانا قابل فخر ہے۔ انہوں نے کہا قومی محاذ آزادی بھی انہی کے نظریے اور نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن ہمیں فخر ہے کہ محاذ آزادی کے جھنڈے کو ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں جس میں تاریکی اور ظلم کے خلاف انقلابی جدوجہد امن اور خوشحالی کے رنگ شامل ہیں۔

جلسے سے خطاب کرتے ہوئے قومی محاذ آزادی کراچی زون کے جنرل سیکریٹری جناب ابرار الحسن نے کہا کہ ہمیں حسن ناصر شہید کے راستے کو اپنانے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ کے بجائے عمل کے راستے کو اپنانا ہوگا۔ ہمیں اپنے علم و حکمت عملی کو بہتر سے بہتر بنانا ہوگا۔ ہمیں موجودہ فرسودہ نظام کے بارے میں صرف کتابی علم پر اکتفا نہیں کرنا ہوگا بلکہ وسیع تر عوام سے رابطہ کر کے حقیقی تجزیہ حاصل کرنا ہوگا اور اسی طرح ہم اپنی پارٹی اور تنظیم کو بہتر بنا سکیں گے جو بالآخر عوام کی حمایت حاصل کر سکیگی۔

جلسے سے کراچی زون کے نائب صدر سید امیر حسین شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم حسن ناصر شہید کو

ہر سال خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع تو ہو جاتے ہیں لیکن ہم یہ عہد نہیں کرتے کہ آنے والے سال ہم اپنی جدوجہد میں آگے بڑھنے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیں گے لہٰذا آج کے دن ہمیں عہد کرنا چاہیئے کہ ہر آنے والا دن پاکستان کے کروڑوں محنت کش عوام کے لئے نجات کا دن ہوگا۔ جلسے نے نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری جناب محمود الحسن نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا طالب علم حسن ناصر شہید کی تعلیمات اور جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے ملک کی نجات ان کے راستے اور منزل کو اپنائے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے تعلیمی اداروں میں بڑھتی ہوئی رجعت پسندوں اور حکومت کی مداخلت کی مذمت کی اور این ایس ایف کے صدر جان عالم کی نظر بندی میں توسیع کی شدید مذمت کرتے ہوئے ان کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

ممتاز ترقی پسند شاعر اور صحافی جناب خالد علیگ نے حسن ناصر شہید کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔

پھر مجھے دار پہ کھینچو کہ میں کچھ کہہ نہ سکوں

میں کہ سقراط ہوں، عیسیٰ ہوں، حسن ناصر ہوں

سید امیر حسین شاہ

جلسے میں متعدد قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

قرار داد نمبر ۱:۔ شہری آزادیوں، بنیادی حقوق اور جمہوریت کی بحالی کے بارے میں:۔ یہ ایوان موجودہ حکومت کو غیر جمہوری، غیر آئینی اور غیر نمائندہ سمجھتا ہے۔ سات کروڑ باشندوں سے ان کے بنیادی جمہوری حقوق سلب کر لئے گئے ہیں۔ حزبِ اختلاف سے تعلق رکھنے والے اخبارات پر سنسر کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر پابندیاں عائد ہیں۔ ان حالات میں یہ ایوان شہری آزادیوں، بنیادی حقوق اور جمہوریت کی بحالی کے لئے تحریک چلانے کے لئے اپنا حق محفوظ رکھتا ہے۔

قرار داد نمبر ۲:۔ قومی وطبقاتی ظلم کے بارے میں:۔ یہ ایوان سندھی عوام پر ریاستی اداروں کے ظلم و تشدد، ملازمتوں سے برطرفیوں اور تنزل کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یہ سمجھنے میں حق بجانب ہے کہ رجعت پسند سیاسی حواری چھوٹے صوبوں کے عوام کو ملک سے ذہنی اور عملی طور پر دور پھینکنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے سامراجی آقاؤں کے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکیں جس کے تحت ملک کو کسی دوسرے ایسے ملک کا کاسہ لیس بنایا جا سکے جو اس خطے میں ایک نئی اور مضبوط سامراجی قوت بن کر ابھر رہا ہے۔ یہ ایوان قومی ظلم کے ساتھ ساتھ ملک میں ہونے والے طبقاتی ظلم یعنی مزدوروں اور کسانوں کی چھانٹیاں، برطرفیاں، بے دخلیاں اور بے کاری کی بھی پُرزور مذمت کرتا ہے اور اس بات کا عہد کرتا ہے کہ مظلوم قومیتوں اور مظلوم طبقوں کی جدوجہد میں غیر مشروط تعاون اور ہر ممکن جدوجہد کرتا رہے گا۔

قرار داد نمبر ۳:۔ جداگانہ انتخابات، سیاسی پارٹیز ایکٹ میں ترامیم کے آرڈیننسوں اور مشترکہ دینی نصاب کے بارے میں:۔ یہ ایوان جداگانہ انتخابات، سیاسی پارٹیز ایکٹ میں ترامیم کے آرڈیننسوں اور مشترکہ دینی نصاب کی پالیسی کے فیصلوں پر اپنے غم و غصے کا اظہار کرتا ہے۔ ملک و قوم کی سالمیت اور بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکومت منتخب پارلیمان کے کئے گئے فیصلوں کو بحال کرے اور تمام ترامیم منسوخ کرے۔

قرار داد نمبر ۴:۔ یہ ایوان فوجی حکومت کی اتحادی پی این اے کی جماعتوں بالخصوص جماعت اسلامی، مسلم لیگ اور پی ڈی پی کے جمہوریت کش عوام دشمن کردار کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ اس ایوان کے نزدیک مذکورہ جماعتوں نے ایک غیر آئینی اور غیر جمہوری حکومت میں صرف اپنے

اقتدار کی خاطر شمولیت اختیار کر کے سینکڑوں محبِ وطن پاکستانی عوام کے خون کا سودا کیا ہے اور اپنے ۳۲ نکاتی جمہوری پروگرام پر عمل درآمد کرنے کے بجائے آمریت سرمایہ داری، جاگیرداری اور سامراجیت کو مستحکم کرنے کی ناکام کوششوں میں بھرپور حصہ لیا ہے لہٰذا یہ ایوان اس مطالبے کے لئے حق بجانب ہے کہ مذکورہ پارٹیوں کو اقتدار سے ہٹایا جائے۔ مظالم کی وجہ سے بلوچ اور پختون ذہنی طور پر اپنے آپ کو ملک سے علیحدہ محسوس کرنے پر مجبور ہوئے اور اب پاکستان پیپلز پارٹی جو سندھ اور پنجاب میں مقبول جماعت ہے فوج سے ہٹوانے کی مکمل کوششیں کی جا رہی ہیں جس کے نتائج بالآخر مثبت برآمد نہیں ہوں گے یہ ایوان یہ سمجھتا ہے کہ مسلح افواج اور عوام کے درمیان خلاء دن بدن بڑھتا جا رہا ہے جس کے خطرناک نتائج

اقبال حیدر

برآمد ہو سکتے ہیں لہٰذا اس کا سدباب اسی طرح ممکن ہے کہ عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا جائے مسلح افواج واپس بیرکوں میں جائیں اور سیاسی پارٹیوں کے فرائض انجام دینے کے بجائے دفاع کی ذمہ داری سنبھالیں۔

قرار داد نمبر ۵:۔ یہ ایوان دن بدن بڑھتی ہوئی کمر توڑ گرانی بڑے پیمانے پر پھیلنے والی بے روزگاری، مزدوروں اور کسانوں کی چھانٹیوں، برطرفیوں، بے دخلیوں اور بے کاری پر تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ موجودہ حکومت اور اس کے رجعت پسند اتحادیوں کو چاہیئے کہ وہ حسبِ وعدہ روزمرہ کے استعمال کی بنیادی ضرورتوں کی اشیاء کی قیمت سنہ کی سطح پر لائیں جس کے لئے نہ تو وہ کوشش کر رہے ہیں اور نہ کریں گے کیونکہ ان کا کام عام غریب محنت کش عوام کو فائدہ پہنچانا نہیں ہے بلکہ منافع خور سیٹھوں، ساہوکاروں کے مفاد کا تحفظ کرنا ہے۔ ہنرمند، نیم ہنرمند اور غیر ہنرمند افراد کی بڑی تعداد بے روزگاری کی وجہ سے ملک چھوڑنے پر

مجبور ہے لہٰذا اس ایوان کی رائے میں حکومت کو چاہیئے کہ مزدوروں اور کسانوں کی برطرفیاں، چھانٹیاں، بے آف تالہ بندیاں، بے دخلیاں اور بے گار بند کرائے۔ روزگار کے ذرائع پیدا کرے، مزدور یونینوں کا حق ہڑتال بحال کرے اور کمر توڑ مہنگائی ختم کرے اور سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو نوازنے کی پالیسیاں واپس لے۔

قرار داد نمبر ۶ :- یہ ایوان سامراج نواز پالیسیوں کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ جیسے اہم مسئلے پر امریکی دباؤ قبول کرنے کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ اس ایوان کی رائے میں موجودہ حکومت جیسے یقیناً اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ امریکہ نے صرف ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ ہی کے مسئلہ پر پاکستان دشمنی نہیں کی بلکہ اس نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی سینٹو جیسے فوجی معاہدے کی موجودگی میں ہمارے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا اور جس کے نتیجے میں ہمارا ملک دو نیم ہو گیا لاتعداد غیر مساویانہ اقتصادی معاہدوں کے ذریعے ہمیں اقتصادی میدان میں آگے بڑھانے کے بجائے اپنی ترقی کے لئے ہمارے قدرتی وسائل و معدنیات کو استعمال کرتا رہا ہے۔ لہٰذا اس ایوان کے نزدیک ملک و قوم کی خوشحالی اور ترقی قومی آزادی کے دفاع کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ تمام سامراجی معاہدے ختم کئے جائیں اور فوجی اڈے بنانے کی اجازت نہ دی جائے اسی صورت میں ہم بین الاقوامی سیاست میں اپنا حقیقی کردار ادا کر سکیں گے اور سامراج کے حقیر مہرے نہیں گردانے جائیں گے۔

قرار داد نمبر ۷ :- یہ ایوان ایران کے عوام پر توڑے جانے والے بہیمانہ تشدد کی مذمت کرتا ہے اور ایرانی عوام کی قومی آزادی کی تحریک کی بھرپور حمایت کرتا ہے اور ان کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتا ہے۔

قرار داد نمبر ۸ :- یہ ایوان کشمیری حریت پسند مقبول بٹ کی سزائے موت اور صدر ہندوستان سے اس کی توثیق کی بھی بھرپور مذمت کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے ہندوستانی حکمرانوں کے اس اقدام کو کشمیری عوام کی حق خود اختیاری میں مداخلت کے مترادف سمجھتا ہے اور منسوخ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

قرار داد نمبر ۹ :- یہ ایوان بلدیاتی اداروں میں نامزدگیوں کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس اقدام کو جمہوریت کے قطعی منافی سمجھتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ نامزدگیاں ملک و قوم کے لئے شدید نقصان دہ ثابت ہوں گی۔

عوام کو بھٹو سے وابستگی کی سزا دی جارہی ہے

برکت علی غیور ایڈووکیٹ

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ایک منتخب سول حکومت کی جبری برطرفی کے بعد چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے پاکستانی عوام بلکہ دنیا بھر کے سامنے اسلام کے ایک سپاہی اور سچے مومن کی حیثیت سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ نوّے روز کے اندر اندر آزادانہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے بعد اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر دیں گے اور فوج کو واپس بیرکوں میں لے جائیں گے کیونکہ فوج سیاست میں ملوث ہو کر ملک کو کمزور نہیں کرنا چاہتی اس وعدہ پر عمل کرتے ہوئے ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو انتخابات کا اعلان کیا گیا لیکن راولپنڈی لاہور اور کراچی میں انتخابی جلسوں نے ہی یہ بات واضح کر دی کہ عوام معزول وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو اور ان کی جماعت پیپلز پارٹی کے شیدائی ہیں۔ اگر آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرائے گئے تو پیپلز پارٹی کم از کم اسّی فیصد کی اکثریت سے انتخابات جیت جائے گی، غیر ملکی نامہ نگاروں اور بین الاقوامی مبصرین کے علاوہ انٹیلی جنس کی رپورٹوں میں بھی پیپلز پارٹی کی بھاری اکثریت کے ساتھ متوقع کامیابی کے امکانات کی تصدیق کی گئی چنانچہ پی این اے کے ایک سابق حلیف مولانا شاہ احمد نورانی کے بقول قومی اتحاد کے دُمیں ہلانے والے سیاستدان جنرل ضیاء کے پاس پہنچے اور دست بستہ عرض کیا کہ اگر ۱۸ اکتوبر کے انتخابات ملتوی نہ کیے گئے تو پیپلز پارٹی دوبارہ جیت جائے گی چنانچہ قومی اتحاد کے لیڈروں کے گڑگڑانے پر انتخابات ملتوی کر دیئے گئے اور فیصلہ کیا گیا کہ پیپلز پارٹی کے دور اقتدار پارٹی کی قیادت اور چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی کردار کشی کی مہم چلا کر انہیں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بدنام کیا جائے۔

ناقص پالیسیوں اور ناکام منصوبہ بندی کے نتیجہ میں ہمارا بدقسمت ملک اقتصادی بحران کے گرداب میں پھنس کر تباہی اور انتشار کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے لوگوں کی مشکلات ناقابلِ بیان حد تک بڑھ گئی ہیں ملک کے نوے فیصدی غریب اور محنت کش لوگ حیران اور پریشان ہو کر سوچ رہے ہیں کہ وہ

پاکستان جمہوریت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا

کیا بڑے مگرمچھ محاسبے سے بالاتر ہیں

اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے چراغ الہ دین کہاں سے لائیں چوری، رہزنی، ڈاکے قتل، اغوا، اور آبرو ریزی کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں۔ رشوت کا ریٹ چار پانچ گنا بڑھ چکا ہے۔ قومی اتحاد کو چندہ دینے والے اور نظام مصطفےٰ کے نعرے بلند کرنے والے بڑے بڑے تاجروں، کارخانہ داروں، سٹاکسٹوں، اسمگلروں اور آڑھتیوں نے اشیائے ضرورت کی قیمتوں کے نرخ من مانے طریقے سے مقرر اور وصول کر کے عوام کی کھال ادھیڑنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے پورا ملک بے چینی اور احساس محرومی کی آگ میں جل رہا ہے سیاسی بحران اُس حد تک بڑھ گیا ہے ان بیرونی حالات کے علاوہ ملک کی مشرقی اور مغربی سرحدوں کے اس پار جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے سمجھدار اور دور اندیش لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اگر ناقص منصوبہ بندی اور منفی پالیسیوں کا رخ یہی رہا تو کیا آئندہ سال چھ ماہ تک پاکستان کی جغرافیائی حدود موجودہ صورت میں برقرار بھی رہ سکیں گی۔

محاسبہ کی رپورٹ

ان حالات کو دیکھتے ہوئے بے بس عوام جب پوچھتے ہیں کہ حضور والا پاکستان کا سیاسی بحران کب حل ہوگا تو جواب ملتا ہے کہ محاسبہ کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ حضور سرکاری ڈپوؤں سے چار تولے یومیہ گھی ملتا ہے اور بازار میں آٹا ساٹھ روپے من تک ملتا ہے جواب دیا جاتا ہے کہ محاسبہ کے کام سے فرصت نہیں۔ لوگ واویلا کرتے ہیں کہ جناب اقتصادی بحران نازک تر ہو گیا ہے ساڑھے تین ارب روپے کے کرنسی نوٹ چھاپنے سے یہ بحران حل نہیں ہوگا۔ جواب دیا جاتا ہے کہ صبر کرو محاسبہ کا عمل جاری ہے گذارش کی جاتی ہے کہ ملک کی بے یقینی صورتحال کی بدولت صنعتی پیداوار تیزی سے گر رہی ہے جواب ملتا ہے کہ یہ حسب سابق حکومت کی ناقص اقتصادی پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور محاسبہ کے عمل کے ذریعے یہ تحفظات کی جا رہی ہے کہ پیپلز پارٹی کے وزیروں نے "ناقص پالیسیوں کے ذریعے اپنے کس کس منظور نظر صنعتکار کو فائدہ پہنچایا لوگ چیختے ہیں کہ بازار سے گھی غائب ہو گیا ہے۔ سیمنٹ کی بوری حاصل کرنا جوئے شیر لانا ہے مزدور بے کار ہو رہے ہیں غریبوں کے ساتھ بہت زیادتیاں اور ظلم روا رکھا جا رہا ہے لیکن کسی کی فریاد کی شنوائی نہیں ہوتی جواب ملتا ہے کہ صبر کرو سابق حکمرانوں کا

> فوجی حکومت ہر مسئلے کا
>
> ایک ہی جواب دے
>
> رہی ہے "صبر کرو محاسبہ
>
> ہو جانے"

محاسبہ ہو رہا ہے انہیں سیاست سے دیس نکالا دینے کے لیے محاسبے کے ٹریبونلوں کی تعداد بڑھا کر سماعت کا طریقہ تبدیل کر دیا گیا ہے محاسبے کا عمل مکمل ہوتے ہی مثبت نتائج کے متعلق جائزہ لیا جائے گا اور پھر انتخابات منعقد کرا کر ملک کو سیاسی بحران سے نکالا جائے گا، ریڈیو، اخبارات اور ٹیلیویژن سے دن رات، "محاسبہ محاسبہ" کی گردان کی جا رہی ہے اور لوگ حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ محاسبہ آخر بلا کیا ہے؟ یہ کونسا اسم اعظم ہے؟ یہ کون سا امرت دھارا ہے؟ یہ کونسا نسخہ کیمیا ہے؟ یہ کونسی جادو کی چھڑی ہے اور یہ کونسا چراغ الہ دین ہے جس کے رگڑنے کے بعد ملک کا ہر مسئلہ حل ہو جائے گا اور ملک کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے نجات مل جائے گی۔

تحریک استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان بڑی بیزاری اور تلخی کے ساتھ یہ انکشاف کر چکے ہیں کہ الزامات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نا اہل قرار پانے والے وزیر نے اپنی کوٹھی میں دو کی بجائے چار ایئر کنڈیشنر لگوائے ہوئے تھے اس نے فرنیچر پر زیادہ خرچ کیا یا اپنی کار میں پیٹرول زیادہ استعمال کیا تھا۔

جانبدارانہ محاسبہ

موجودہ دور میں عوام کے شعور کی سطح اتنی بلند ہو چکی ہے کہ محض سرکاری پروپیگنڈہ کے ذریعہ انہیں بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ لوگ یہ دیکھ رہے ہیں اور بڑی شدت کے ساتھ یہ محسوس بھی کر رہے ہیں کہ محاسبے کا یہ عمل پیپلز پارٹی کے سابق ارکان اسمبلی تک ہی محدود ہے اس یکطرفہ عمل کے جانبدارانہ اور انتقام پر مبنی ہونے کے بارے میں اب نہ کسی کو شک ہے اور نہ شبہ۔ ہر کوئی یہ محسوس کر رہا ہے کہ دراصل سابق ارکان اسمبلی کو ذوالفقار علی بھٹو اور بیگم نصرت بھٹو کے ساتھ وابستگی کی سزا دی جا رہی ہے ورنہ جو سابق رکن اسمبلی مولانا کوثر نیازی کی طرح بھٹو خاندان کے ساتھ اپنی بے وفائی اور لاتعلقی کا اعلان کر دے وہ ہر لحاظ سے پاک صاف دیانتدار اور محب وطن ہے

ارباب اختیار اور ان کے مشیروں کا یہ خیال ہے کہ اس طرح پیپلز پارٹی کے پانچ چھ سو افراد کو محاسبہ کی چھری سے ذبح کر دینے کے نتیجہ میں بھٹو ازم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

محاسبہ کا طریق کار

اس طے شدہ منصوبہ پر عمل کرنے کے لیے محاسبے کا جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے وہ انتہائی پریشان کن اور تکلیف دہ ہے جو لوگ محاسبے کے بیلنے میں سے گذر چکے ہیں یا گذر رہے ہیں وہ اس

بات کے گواہ ہیں کہ محاسبے کے اس عمل کے دوران جانچ پڑتال کرنے والی کمیٹیوں کے روبرو پیشی کے دوران غیر ضروری سوالات کے ذریعے ذہنی طور پر تنگ اور پریشان کیا جاتا ہے اور ہراساں اور مرعوب کر کے سیاسی دباؤ بھی ڈالا جاتا ہے جیسا کہ گذشتہ سال کے آخر میں بیگم نصرت بھٹو نے اپنے ایک انٹرویو میں اس سیاسی دباؤ کی تفصیلات بیان کی تھیں اور ارباب اختیار نے اس کی آج تک تردید نہیں کی۔ محاسبے کے عمل کا جانبدارانہ اور یکطرفہ ہونا تو اب ہر شخص کو دکھائی دے رہا ہے۔

مستقبل کے حکمرانوں سے سلوک

ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آج جن لوگوں کو محاسبہ کے نام پر ذلیل و رسوا اور ذہنی طور پر تنگ اور پریشان کیا جا رہا ہے جب بھی انتخابات ہوئے وہ یا انہی کے عزیز و اقارب اور دوست احباب انتخابات میں کامیاب ہوں گے۔ اس آنے والے الیکشن میں نہ سہی اس سے اگلے الیکشن میں ہی۔ سرکاری لالی میں سال دو سال نہیں تو پانچ سال بعد ہی سہی۔ ان لوگوں کی رائے اور تدبر و سوجھ کو کافی عمل دخل ہوگا۔ یہ لوگ مستقبل کی سول حکومتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کی پوزیشن میں ہوں گے آج محاسبہ کے نام پر جو ادارہ انہیں ذہنی عذاب دیکر ذلیل و رسوا کر رہا ہے اس کی تلخ یادیں کیا اتنی جلدی ذہنوں سے محو ہو جائیں گی۔ پاکستان کی سلامتی کے دانا دشمنوں نے نفرت کی جو بنیادیں مضبوط کرنا شروع کر رکھی ہیں مستقبل میں اس کے انجام کا تصور بڑا ہولناک ہے۔ محب وطن حلقوں کی پریشانی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ محاسبہ کے نام پر اگر پیپلز پارٹی کی صفِ اوّل اور صفِ دوم کی قیادت کو ختم کر دیا جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کا جو سٹف بھی اسمبلیوں میں پہنچنے میں کامیاب ہوگا اس سے ملک میں مستحکم پارلیمانی روایات کے فروغ میں کیا مدد ملے گی۔ اگر ملک میں جمہوری اور پارلیمانی روایات کو ایسے غیر فطری عمل سے پامال کیا گیا تو بھی ملک کا مستقبل سنگین خطرات کی زد میں رہے گا کیونکہ پاکستان جمہوریت کے بغیر نہ باقی رہ سکتا ہے اور نہ ترقی کر سکتا ہے۔

کیا بڑے بڑے مگرمچھ محاسبہ سے بالاتر ہیں

خدا جانے مارشل لاء حکام نے کن مصلحتوں کی بنا پر اپنی تمام تر توجہ پیپلز پارٹی کی قیادت اور ارکان اسمبلی پر ہی مرکوز کی ہوئی ہے حالانکہ جہاں تک بدعنوانی کے ذریعے دولت کمانے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں بڑے بڑے مگرمچھوں کو تو کسی نے پوچھا تک بھی نہیں پیپلز پارٹی کے ارکان اسمبلی و پارلیمینٹ نے اپنے ساڑھے پانچسالہ دورِ اقتدار میں مبینہ طور پر جو دولت لوٹی یا جمع کی وہ تمام کی تمام مجموعی طور پر بھی اس آمدنی کے برابر نہیں ہوگی جو کراچی کے بڑے بڑے سیٹھوں میں سے کوئی بھی ایک سیٹھ صرف ایک ہفتہ کے اندر ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کے ذریعہ کما لیتا ہے کیا کالے سرمایہ سے دھندہ کرنے والے یہ ارب پتی سیٹھ بھی مولانا کوثر نیازی کی طرح فرشتہ سیرت ہیں؟ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا کونسا شخص اس بات سے ناواقف ہے کہ ہر تھانیدار ایک مہینہ میں کم از کم پچاس ہزار روپے ماہانہ اور محکمہ آبپاشی کا ہر بڑا افسر سال میں لاکھوں روپے کما لیتا ہے محکمہ انکم ٹیکس میں کس افسر کی اوسط بالائی آمدنی ایک لاکھ روپیہ ماہوار سے کم ہے واپڈا کے اعلیٰ احکام میں سے کس کس کی ماہوار آمدنی لاکھوں روپیہ ماہانہ سے کم ہے محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن میں سے کس افسر کی آمدنی ایک لاکھ روپیہ ماہوار سے کم ہے کسٹم کے محکمہ میں کونسا افسر تین لاکھ روپیہ ماہانہ سے کم کماتا ہے؟ محکمہ خوراک کے افسران میں سے اے ایف سی اور اس سے اوپر تک کے افسران میں سے چاولوں کے سیزن میں دو دو لاکھ روپے ماہانہ اور عام دنوں میں پچاس ہزار روپے ماہانہ سے کم کس کی آمدنی ہے؟ ایئر کنڈیشنڈ بنگلوں میں رہائش پذیر ریلوے حکام میں سے ایک لاکھ روپے ماہانہ سے کم کس کی آمدنی ہے روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کے خسارہ دکھانے والے حکام میں سے کون ڈیڑھ دو لاکھ ماہانہ اپنی چاندی نہیں بنا رہا۔ رولر فلور ملوں کے مالکان گندم میں سے میدہ اور سوجی نکال کر اور آٹے میں نمی شامل کر کے جس طرح ہر ماہ لاکھوں روپے کی کمائی کر رہے ہیں اس سے کون ناواقف ہے کہ محکمہ صحت محکمہ مال اور اشتمال میں کس افسر کا ہاتھ تنگ ہے بڑے بڑے تاجر سٹاکسٹ اور کارخانہ دار ایک ایک رات میں جس طرح کئی کئی لاکھ بلکہ کروڑوں روپے کما رہے ہیں کیا ارباب حکومت اس سے ناواقف ہیں سمگلر ایک ایک رات میں جس طرح کئی کئی لاکھ روپے کما رہے ہیں کیا حکومت اس سے بے خبر ہے۔ کیا ان کالی بھیڑوں کو محاسبے سے بالاتر قرار دیکر محاسبہ صرف پیپلز پارٹی کے وزیروں اور ارکان اسمبلی تک ہی محدود رکھا جا رہا ہے اور تمام مشینری نااہلی ٹربیونلوں میں اس قسم کی باتیں ثابت کرنے پر لگی ہوئی ہے کہ فلاں وزیر نے اپنی کوٹھی کی تعمیر کراتے وقت اپنے ایک۔۔ پرائیویٹ سیکرٹری یا کلرک کو تعمیراتی کام کی نگرانی پر ۲۷ دن تک لگائے رکھا فلاں وزیر نے اپنی اراضی محکمہ زراعت کی مشینری سے ہموار کروا کر سرکاری خزانہ کو چار ہزار دو سو چالیس روپے ستر پیسے کا نقصان پہنچایا۔

محاسبہ کے مصنوعی طریقے بے سود ہیں

محاسبہ ضرور ہونا چاہیئے لیکن سیاستدانوں کے محاسبہ کا فطری طریقہ انتخاب کا عمل ہے انتخابات کے عمل کے ذریعے لوگ خود ہی بدکردار اور بدعنوان لوگوں کو ٹھکرا دیتے ہیں ۷۷، ۱۹۷۰–۸ء کے دوران دور دراز دیہات میں رہنے والے لوگوں کا سیاسی شعور بہت پختہ اور بلند ہو چکا ہے وہ برے بھلے کی تمیز کر سکتے ہیں ان میں سے ہر ووٹر کو پتہ ہوتا ہے کہ جس امیدوار کو وہ ووٹ دے رہا ہے اس کا شجرۂ نسب اور ماضی کا کردار کیا ہے اور اس میں عوامی نمائندگی کی صلاحیت کتنی ہے اگر ملک میں جمہوری عمل دس پندرہ سال شب خون مارنے والوں سے بچا رہے تو تیسرے الیکشن تک ملک کی سیاست بدعنوان اور بدکردار لوگوں سے پاک اور صاف ہو سکتی ہے سیاستدانوں کے محاسبے کا بہترین طریقہ انتخابات ہیں دوسرے تمام طریقے مصنوعی ہیں ہمارے ملک میں پروڈا کے قانون کے ذریعے سیاست میں سے مبینہ بدکردار لوگوں کو نکالا گیا۔ پھر ایوب خان نے ایبڈو کے ذریعہ اپنے فوجی خیال اور نظریہ کے مطابق بہت سے مبینہ بدعنوان سیاست دانوں کو اپنے محاسبے کی کسوٹی پر پرکھ کر سیاست میں حصہ لینے کے لئے نااہل قرار دیا تھا لیکن اس غیر قدرتی طریقہ کار کا عملی نتیجہ جو سامنے آیا وہ یہ ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آؤ یہ چیلنج قبول کرو!

جو سیاسی لیڈر اور وفاقی وزراء محاسبے کا نعرہ لگا رہے ہیں یا جو طبقہ محاسبے کا عمل کر رہا ہے وہ آسمان سے نازل نہیں ہوئے وہ بھی اسی بددیانت معاشرہ اور کرپٹ سوسائٹی کا ہی ایک حصہ ہے ان میں سے کونسا مائی کا لال ایسا ہے جو کسی جمعہ کے روز لاہور

کی بادشاہی مسجد میں اپنے خاندان کے تمام افراد کو ساتھ لیکر نماز جمعہ پڑھنے کے بعد مجمع عام میں کھڑا ہو کر حلفاً یہ اعلان کرے کہ میں معصوم اور بے گناہ ہوں اور میں نے آج تک اپنی حیثیت یا عہدہ کا نہ کوئی ناجائز استعمال کیا ہے اور نہ کبھی کوئی غلط فائدہ اٹھایا ہے اور کبھی بددیانتی کرکے کوئی دولت کمائی ہے محاسبے کی حمایت کرنے والے سیاستدانوں صحافیوں اور محاسبہ کا عمل کرنے والوں میں سے کون کون اس چیلنج کو قبول کرتا ہے اگر یہ چیلنج قبول نہ کیا گیا تو عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہونگے کہ دیانتداری کا تقاضا صرف ایک ہی پارٹی سے کیا جارہا ہے ایسا تقاضا اور ایسا انتقامی محاسبہ عدل وانصاف کے تمام اصولوں کے منافی ہے ملک کی سب سے بڑی اور سیاسی پارٹی کے چیرمین کو جیل میں ڈال کر اور اس کی صفِ اول کی تمام فعال قیادت کو جیلوں کے اندر نظربند رکھ کر انہیں عوامی سطح پر اپنے خلاف الزامات کا جواب دینے اور اپنی صفائی پیش کرنے کی سہولتوں سے محروم کرکے محاسبے کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز نہیں ہے۔

◆

سوحد

امان تاجک

مشرقی پاکستان کے بعد پنجاب ولی خان کا بڑا بھائی بن گیا

ولی خاں نے بالآخر پنجاب کو بڑا بھائی تسلیم کر ہی لیا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فیصلہ ذرا تاخیر سے ہوا ہے کیونکہ جونہی انہوں نے پنجاب کو بڑا بھائی تسلیم کیا ان کی پارٹی کے صدر مسٹر مزاری نے اس بڑے بھائی کے تین ٹکڑے کرنے کے لئے پروگرام کو تجویز کی صورت میں پیش کردیا۔ اور اب خاں کے اس بڑے بھائی پنجاب کو جس کی تیس سال تک مسلسل مخالفت کرنے اور اسے استحصالی قوتوں کا صوبہ کہنے کے بعد بمشکل پاؤں پسارنے شروع کئے تھے، مزاری کی اس تقریر کے بعد یہ بڑا بھائی ولی خاں کو کاٹ کھانے کو دوڑنے لگا کیونکہ سب جانتے ہیں مزاری خواہ کتنے ہی بڑے اور اونچے سیاست داں خود کو پوز کرتے ہوں وہ بہر حال ولی خاں کے ترجمان ہیں اور ان کی کہی یقیناً ولی خاں کی زبان سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ مزاری کا پنجاب کو تقسیم کرنے کا منصوبہ پوٹھوہار، سرائیکی اور پنجابی کی شکل میں پیش کرنا یقینی طور پر ولی خاں کی ذہنی اختراع سمجھا جائے گا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے کی بات ہے انہوں نے مشرقی پاکستان کو جونہی اپنا بھائی بنایا اور بھائی چارے

کے اظہار کے لیے مشرقی پاکستان میں بنگلہ دیش کا پھریرا اپنی کار پر لہرایا ٹھیک اسی لمحے ان کے "بڑے بھائی" امریکہ اور اس کے دوسرے بھائیوں نے مل کر مشرقی پاکستان کا نام ہی بنگلہ دیش رکھا کر اس کے وجود کو پاکستان کے جسم سے کاٹ کر الگ کر دیا۔ اب ایک طرف جونہی پنجاب کو بڑا بھائی کہا ولی خاں کے "بڑے بھائی" نے اپنے چھوٹے بھائی مزاری کو پنجاب کا تختہ کرنے کے فریضے پر کام کا آغاز کرنے کے لیے سیٹی بجا دی اور یوں لگتا ہے کہ بظاہر سیٹی پنجاب کے لئے بجائی گئی ہے لیکن باطن میں پورے پاکستان کے لئے یہ سنائی دے رہا ہے کیونکہ جو کھلاڑی اس وقت میدان میں ہیں ان کے چہرے پاکستان کی تخلیق سے اب تک اس کے وجود سے دشمنی سے عبارت ہیں کیونکہ خود ولی خاں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے پاکستان توڑا ہے وہی اب اسلام کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔

جماعت اسلامی کے سکریٹری جنرل مسٹر حسین جن کا تعلق پشاور سے ہے ان کے ایک قریبی حلقے کے مطابق جلد ہی ملک میں ایک پارٹی کا نظام رائج کرنے کے لئے عملی اقدامات کی ابتدا کر دی جائے گی ان کے مطابق جنرل ضیا کا اتحاد کی پارٹیوں کو ایک ہو جانے کا مشورہ پیش رفت سمجھنا چاہیے۔ جماعت کے اسی حلقے کے مطابق مسلم لیگ میں موجودہ انتشار بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مسلم لیگ میں ایک سوچے سمجھے منصوبے سے انتشار پیدا کر کے اس کا ربد کا جواز پیدا کیا جائے گا کہ سیاستدان محض آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور بعض پارٹیاں بشمول پیپلز پارٹی ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہیں اس لئے بہت ضروری ہے کہ ان سیاسی پارٹیوں پر پابندی عائد کر کے ملک میں ایک پارٹی کے نظام کے قیام کی راہ ہموار کی جائے لیکن اس سلسلہ میں جو خوبصورت ترین بات جماعت اسلامی والوں کو لگی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لئے مذہبی جماعت بھی ایک ہی باقی رہے گی۔ تاکہ مسلمانوں میں نفاق ختم کیا جائے اور وہ مذہبی جماعت یقیناً جماعت اسلامی ہی ہو گی یعنی سیاسی طور پر تمام پارٹیوں کا وجود ختم کر کے جماعت اسلامی ہی برسر اقتدار رہے گی اور مذہبی طور پر پورے سواد اعظم کے لئے جماعت اسلامی مسلمانوں کی نمائندگی کرے گی اور یوں پورے ملک میں بلا شرکت غیرے جماعت اسلامی سیاہ و سفید کی مالک بن جائے گی اگر ان کی ان چیرہ دستیوں اور سازش سے اس ملک میں کچھ سیاہ سفید بچ رہا۔

ولی خاں نے انکشاف کیا ہے کہ دس محرم الحرام کے موقع پر شیعہ سنی فساد کرانے کا ایک منصوبہ بنایا گیا ہے اور اس ممکنہ فساد کو دور کروانے کے لیے حکومت سے مداخلت کی اپیل بھی کی ہے۔ سیاسی حلقے اس خبر کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں اور خصوصی طور پر ملتان میں سنی کانفرنس کے پس منظر میں اس خبر کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور اگر اس خبر کو میاں نورانی کے جو سواد اعظم کے نمائندے کی حیثیت کے دعوے دار ہیں کے حوالے سے دیکھا جائے تو بات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

میاں نورانی ان دنوں حکومت اور جماعت اسلامی پر جس انداز سے تنقید کر رہے ہیں اس سے حکومتی اور جماعتی دونوں ہی سخت پریشان ہیں۔ دوسری طرف اہل تشیع شیعہ نصاب کے لئے جس انداز سے حکومت کو للکار رہے ہیں اس نے حکومت اور جماعت کی مخالفت میں قدر مشترک اختیار کر لی ہے جبکہ حکومت کے مخالف دو بڑے فرقوں کو ایک دوسرے سے بدظن کر کے اور جنگ پر آمادہ کر کے اس عقیدے کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانا مقصود ہے اور وہ اس طوفان کا رخ جو مودودی ازم کے خلاف تمام مسلمان فرقوں کی طرف سے اٹھتا نظر آ رہا ہے اسے یورس کے ہاتھیوں میں تبدیل کر کے ان ہی دونوں طبقوں کو اس طوفان کی نذر کر دینا چاہتے ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان پشاور کے رہنما نے اس بیان کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ طبقے ہیں جنہوں نے ہمیشہ امام حسین کی یاد کے مقدس دنوں کو مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کے لئے استعمال کیا ہے اور اب بھی اس سے باز نہیں آ رہے ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام حسینؓ جتنے اہل تشیع کے لئے محترم ہیں اتنے ہی اہل سنت کے لئے بھی ہیں اس لئے اس بارے میں افواہیں پھیلا کر مفاد پرست سیاست کے یہ علمبردار کوئی مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے اور ہم بعض حلقوں کی فساد کرانے کی اس کوشش کو ناکام بنا دیں گے۔

سنہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی مشرقی پاکستان کی دوسری بڑی پارٹی بن کر ابھری تھی یعنی جب نتائج سامنے آئے تھے تو اس کی شکل کچھ یوں ہوتی تھی عوامی لیگ کے نمائندوں کے ووٹوں کی تعداد ایک لاکھ ۵۵ ہزار ایک سو دو ہوتی تو جماعت اسلامی کے ووٹ ایک سو دو ہوتے تھے چونکہ دونوں کے درمیان سبھی حلقوں میں کوئی تیسرا فریق نہ ہوتا تھا چنانچہ جماعت اسلامی دوسری "بڑی" طاقت بن جاتی۔ کچھ یہی حال اس بار اسلامیہ کالج آف خیبر پشاور کے طلبا کے انتخابات میں پیش آیا۔

امسال اسلامیہ کالج کے انتخابات میں پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن اور اسلامی جمعیت طلبہ نے شرکت کی۔ نتائج کے مطابق پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن نے اساتذہ کے ایک مخصوص حلقے کی "ہمدردیوں" کے نتیجے میں حسب سابق صدر کی سیٹ حاصل کر لی جبکہ سکریٹری جنرل کے لئے پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کا امیدوار منتخب ہوا مجموعی طور پر پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن نے میدان جیت لیا اور جمعیت کو حسب سابق بری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس طرح کوئی امیدوار کامیاب نہ ہونے کے باوجود اس نے تیسری پوزیشن حاصل کر لی کہ اس بار بھی ذرتی سنگروں اور اکائیوں کا تھا۔ ■

جامعہ کراچی میں گھیراؤ، قبضہ اور افراتفری

اصل محرکات کیا ہیں
کون ذمہ دار ہے

ارشد

ڈگری کلاسوں کے امتحانات ملتوی کرنے پر طلباء کا احتجاج

طلباء نے ایڈمنسٹریشن بلاک پر قبضہ کرلیا۔ ناظم امتحانات معطل

صوبائی انتظامیہ جامعہ میں امن وامان کی صورت پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔"

یہ ہیں وہ گرما گرم خبریں جن کی وجہ سے جامعہ کراچی گزشتہ ہفتے سے توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ شہر سے بارہ میل پرے جامعہ کراچی پہلی مرتبہ اخبارات کی زینت نہیں بنی بلکہ گزشتہ کئی سال سے طلباء انتخابات کے التواء، جامعہ کے حسابات میں غبن، استاد اور طالبہ کے اسکینڈل، غنڈہ گردی اور امتحانی پرچوں کے آؤٹ ہونے کے سبب جامعہ کا وقار اور تقدس پامال ہورہا ہے۔ جامعہ کراچی میں جب بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے تو ان کے پس پشت کوئی نہ کوئی سبب ضرور رہا ہے کبھی حکومت کی مداخلت نے جامعہ کی خود مختاری کو مجروح کیا ہے تو کبھی رجعت پسند عناصر کی سازشوں نے جامعہ کے پرامن ماحول کو درہم برہم کیا۔

جامعہ کراچی کی موجودہ ہنگامہ خیز صورتحال ڈگری کلاسوں کے امتحانات کے ملتوی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ڈگری کلاسوں کے امتحانات کی تاریخ بڑھانے کا مطالبہ طلباء کی جانب سے ہر سال کیا جاتا ہے۔ اگر پچھلے سالوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ ہمیشہ طلباء کے دباؤ اور امتحانات کی تیاریاں مکمل نہ ہونے کی وجہ سے امتحانات کی تاریخ میں توسیع کرنی پڑی ہے۔ امتحانات کی تاریخوں میں توسیع زیادہ تر جامعہ کی انتظامیہ کی بے قاعدگی، نااہلی اور لاپرواہی کی بناء پر ہوئی ہے یا سیاسی صورتحال کی ابتری سے طلبا کی تعلیم پر اثر پڑنے، تعلیمی اداروں کے بند ہونے اور نصاب کی تکمیل نہ ہونے کا بہانہ بناکر امتحانات کی تاریخ میں توسیع اس سال بھی طلباء کا مطالبہ تھا کہ ۱۹ نومبر سے شروع ہونے والے امتحانات ملتوی کر دیئے جائیں۔ طلباء نے اپنے مطالبات تسلیم کرانے کے لئے کنٹرولر آف ایگزامینیشن رجسٹرار اور وائس چانسلر سے ملاقاتیں بھی کیں لیکن وائس چانسلر نے طلباء کے مطالبات کو رد کرتے ہوئے امتحانات کی تاریخ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے امتحانات شروع ہونے سے دو روز قبل طلباء کے ایک جلوس نے وائس چانسلر ڈاکٹر احسان رشید کا گھیراؤ کرلیا اور انہیں امتحانات کی تاریخوں میں توسیع کرنے کے لئے کہا۔ طلباء وطالبات کئی گھنٹے تک انتظامیہ بلاک میں وائس چانسلر کے دفتر کے سامنے نعرے لگاتے رہے اور دھرنا دیئے بیٹھے رہے۔ اگلے دن جب طلباء اپنے مطالبات منوانے کے لئے کوئی لائحہ عمل مرتب کر رہے تھے کہ اچانک ریڈیو پاکستان سے یہ اعلان ہوا کہ ڈگری کلاسوں کے امتحانات ۲۱ نومبر سے شروع ہوں گے ریڈیو پاکستان سے یہ خبر کن وجوہات کی بناء پر نشر ہوئی اور جامعہ کی انتظامیہ نے جو کئی دن سے چپ سادھے بیٹھی تھی اچانک مطالبات کو تسلیم کرتے ہوئے امتحانات کی تاریخ میں توسیع کردی۔ یہ بات طلباء کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ابھی طلباء وطالبات یہ خبر سن کر سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس سے اگلے دن اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ "ڈگری کلاسوں کے سالانہ امتحانات برائے ۱۹۷۸ء جو ۲۱ نومبر سے شروع ہونے والے تھے ناگزیر وجوہات کی بناء پر ملتوی کردیئے گئے ہیں اور اب یہ امتحانات ۱۶ دسمبر سے شروع ہوں گے۔ امتحانات کے التواء، انعقاد اور پھر التوائنے عجیب وغریب صورتحال پیدا کردی، شک وشبہ واضح یقین میں تبدیل ہوگیا کہ اندرونی طور پر کچھ گڑبڑ ہے اور انتظامیہ کے آپس کے اختلافات کچھ نہ کچھ رنگ ضرور دکھائیں گے۔

کنٹرولر آف ایگزامینیشن ناصر حسن کا کہنا تھا کہ امتحانات کی تیاریاں مکمل تھیں لیکن وائس چانسلر نے انہیں بتائے بغیر امتحانات ملتوی کرکے ان کی پوزیشن نازک بنادی ہے۔ انتظامیہ کی جانب سے ناصر حسن کے خلاف دبے دبے لفظوں میں نااہلی اور امتحانات کی منصوبہ بندی نامکمل ہونے کا تذکرہ تھا۔ انتظامیہ کے گروہی اختلافات سے قطع نظر اس نئی خبر پر طلبا نے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ وہ وائس چانسلر سمیت انتظامیہ کی بدنظمی اور نااہلی کے سبب پہلے ہی ذہنی طور پر پریشان اور غصہ میں بھرے بیٹھے تھے۔ اس نئی تبدیلی نے انہیں مزید مشتعل کردیا۔ اسی دن طلبا کی ایک بڑی تعداد نے ڈگری کلاسوں کے امتحانات کو طویل مدت تک ملتوی کرنے اور وائس چانسلر کے من مانے رویئے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ایڈمنسٹریشن بلاک کے مرکزی دروازے کو بند کرکے طلباء عمارت کے اردگرد کھڑے ہوگئے۔ اس دن جامعہ میں فضا کشیدہ رہی۔ فوج کے ٹرک جو اکثر وبیشتر جامعہ کی حدود میں دکھائی دیتے ہیں۔ وہ دور ہی سے گزر گئے۔ لیکن سہ پہر کے وقت جب کہ جامعہ تقریباً خالی ہوچکی تھی۔ جامعہ کی انتظامیہ نے قبضہ ختم کرانے کے لئے پولیس اور فوج کا تعاون حاصل کیا۔ اسی رات بعض سرکردہ طالب علم رہنماؤں کے گھروں پر چھاپے مارے گئے اور پولیس نے ان کے گھر والوں کو ہراساں کیا۔

صورتحال میں تیزی سے تبدیلیاں ہورہی تھیں۔ اسی دن وائس چانسلر کے گھر پر کچھ خاص ٹیچرز کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں بعض اہم فیصلے کئے گئے ادھر جامعہ کراچی کی سنڈیکیٹ جس کا ہنگامی اجلاس پہلے ہی طلب کیا جاچکا تھا وائس چانسلر نے اس سے اپنے مطلب کے فیصلے منوالئے اور طلباء، اساتذہ اور والدین کی ناراضگی کا بہانہ بناکر ڈگری کلاسوں کے سالانہ امتحانات کے اچانک التواء کے اسباب کی تحقیقات کا حکم دے دیا اور کنٹرولر آف ایگزامینیشن ناصر حسن کو معطل کرکے ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ڈاکٹر منظور احمد کو تحقیقاتی افسر مقرر کردیا۔ ابھی ایک روز قبل انتظامیہ کی جانب سے سرکار کی مدد سے پُرامن طلباء کے خلاف کارروائی پر طلباء کا غصہ سرد نہیں ہوا تھا کہ وائس چانسلر اور سنڈیکیٹ کے اقدامات نے جن میں صاف انتظامیہ کی آپس کی چپقلش نظر آتی تھی، بے چینی کی لہر دوڑادی۔ مختلف طلباء تنظیموں کے رہنماؤں نے مشترکہ طور پر فیصلے کے بعد صبح ہی سے دوبارہ ایڈمنسٹریشن بلاک پر قبضہ کرلیا اور اس دن اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کو عمارت کے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔ طلباء کے نمائندوں نے مطالبہ کیا کہ امتحانات ملتوی کرنے، انتظامیہ کی دھاندلیوں اور اقرباء پروری کی تحقیقات ہائیکورٹ کے جج سے کرائی جائے۔ انتظامیہ ایک بار پھر احتجاجی طلباء کے مطالبات تسلیم کرنے کے

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

بقیہ: حسین نقی

کو پاکستان بنائیں۔ تو پھر تو یہ قائد اعظم نے وعدہ خلافی مودودی صاحب کے ساتھ کی کہ انہوں نے پاکستان بنتے وقت اور بننے کے بعد اور پھر دستور ساز اسمبلی میں واضح طور پہ یہ کہا کہ پاکستان میں ملاؤں کی حکومت قائم نہیں ہوگی یہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ سیاسی لحاظ سے، مذہبی نہیں، نہ مسلمان مسلمان رہے گا نہ ہندو، ہندو وغیرہ وغیرہ یعنی برملا سیاست میں سیکولرازم جس کے معنی ہمارے دوست نے لااکراہ فی الدین بتائے ہیں (اور یہ دوست خالصتاً اسلامی نقطۂ نظر رکھتے ہیں، دیوبندواله وضاحت کرتا چلوں) کا پرچار کیا۔ تو قائد اعظم نے مولانا مودودی کے سکریٹری سے خفیہ وعدہ کیا اور برملا وعدہ خلافی کی، یعنی مودودی برانڈ میاں طفیل نے ہماری قوم کو جو قائد اعظم کو بابائے قوم کہتی اور مانتی ہے بتایا کہ دیکھ لو، تمہارے قائد اعظم اس قسم کے آپریشن فیرپلے والے ہوتے تھے۔

اب رہا میاں مٹھو کا یہ ارشاد کہ قائد اعظم کی زندگی میں مولانا مودودی سے ریڈیو پاکستان سے تقاریر کرائی گئیں تاکہ اسلام کے متعلق یہ نامسلمان مصلی قوم اسلام سے متعارف ہو سکے تو اس سلسلہ میں آپ جانتے نہ ہوں تو میں یہ بتاؤں کہ ریڈیو پہ ہر پروگرام اور تقریر کا کنٹریکٹ صدر اور پہلے گورنر جنرل کے نام پر، پروگرام پروڈیوسر اپنے دستخطوں سے جاری کرتا ہے۔ اور مولانا مودودی کی ان تقاریر کے پھڈے کا بندوبست آج کل وکیل سرکار بسلسلہ قتل نواب محمد احمد خاں یعنی ہمارے شناسا بیرسٹر اعجاز حسین بٹالوی نے فرمایا تھا۔

اعجاز بٹالوی صاحب نے اپنی زبان مبارک سے لاہور ہائی کورٹ میں چہل قدمی کرتے ہوئے اس خادم کالم نگار کو یہ بتایا تھا کہ بھائی جب میں (اعجاز بٹالوی) لاہور ریڈیو اسٹیشن پر پروگرام پروڈیوسر تھا اور مجھے (بٹالوی کو) کہا گیا کہ اسلام کے موضوع پر تقاریر کا بندوبست کرو، میں نے (اب جہاں جہاں "میں" آئے آپ خود سمجھ لیں کہ یہ "میں" اعجاز حسین بٹالوی کی ہے۔) سوچا کہ یہ مولانا مودودی کچھ ماڈرن مولوی ہیں، تو کیوں نہ ان ہی سے تقاریر ریکارڈ کرواؤں۔ سو یہ تقاریر ریکارڈ ہو گئیں اور نشر ہو گئیں۔

بیرسٹر اعجاز حسین بٹالوی اس قسم کے پھڈے کرتے رہنے اور خوش رہنے کے عادی ہیں۔ مثلاً انہوں نے ایک مرتبہ قائد اعظم لیکچرز میں بھٹو کی حکومت کے دوران اور نواب صادق قریشی (غالباً) کی صدارت میں اپنا چھپا ہوا مضمون مارشل لا کی شدید مخالفت میں پڑھ ڈالا۔ اب کچھ عرصہ پہلے اسے غالباً معیار نے دوبارہ چھاپ کر ان کے گلے میں لٹکا دیا تھا۔

تو جناب مودودی صاحب کی اسلام پر تقاریر کا کنٹریکٹ گورنر جنرل یعنی قائد اعظم کے نام پر اعجاز حسین بٹالوی صاحب کا پھڈا تھا۔ میاں مٹھو اسکو گول کر گئے۔

ایک کام میاں مٹھو نے اور کیا ہے — انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی سے براہ راست بیرکوں میں اپنے اسلام کے طرفداروں کا تذکرہ کیا ہے اور صدر ضیاء الحق کو پیار سے ضیاء کہہ کر یہ ثابت کیا ہے، اپنا ہی بچہ ہے۔

ہمیں فوج کی بارکوں یعنی بیرکوں میں سیاست پہنچانے پر میاں مٹھو کو اور اس کا بندوبست کرنے پر صدر جنرل ضیاء الحق کو مبارکباد دینی ہے۔ آخر فوج بھی ہماری قوم کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور سب سے زیادہ فعال اور طاقت وقوت کا حامل، بسم اللہ میاں طفیل نے اپنی سیاست پہنچا کر دی ہے۔ اب باقی لوگوں کی اپنی اپنی استطاعت ہے!! سمجھے!!!

صدر جنرل ضیاء الحق ہمارے محبوب صدر ہیں

اور جیسا کہ میں پہلے لکھ کر اعتراف کر چکا ہوں حس مزاح ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ آپ نے ٹی وی پر بھی دیکھا ہوگا کہ جب پاکستان ہاکی ٹیم نے آسٹریلیا کے خلاف گول کیا تو انہوں نے بالکل معصومانہ داد دی اور نور خاں کی طرف شاباش کے لئے دیکھا لیکن نور خاں کھردرا چہرہ رکھتے ہیں بور آدمی ہیں لہٰذا ضیاء صاحب عوام کی طرف بلکہ فیلڈ کی طرف منہ کر کے داد دیتے رہے۔

کھیل میں کیا پروٹوکول،

ہاں، تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ لاہور میں ان کی آمد پر اخبار نویسوں نے سوالات کئے اور انہوں نے بعضوں کی دم پر پیر رکھ دیا۔ آج ہی نوائے وقت میں میاؤں، میاؤں کی چیخیں آپ پڑھ سکتے ہیں۔ صدر ضیاء الحق نے کہا کہ جب بھی سیاستدان چاہیں انتخابات ہو سکتے ہیں۔ اب آپ جانتے ہی ہیں کہ پیپلز پارٹی سے مولانا کوثر نیازی کے نکل جانے کے بعد تو کوئی سیاستداں رہ نہیں گیا۔ باقی جنرل صاحب کی نظر میں جو سیاستداں ہو سکتے ہیں وہ پی این اے یعنی قومی اتحاد میں ہیں اس لئے اگر وہ چاہیں تو صدر ضیاء بی تھیلے سے باہر نکالیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ انتخابات کا تو ذکر سن کر ہی غش پڑنے لگتے ہیں۔ انگوٹھے خراب ہو جاتے ہیں۔ اشتہاروں اور نیوز پرنٹ کے پرمٹوں کی بلیک پر زد پڑتی ہے لہٰذا جنرل صاحب کے اس یقین پر کہ انتخابات کے نتائج اگلے سال انتہائی مثبت نکلیں گے۔ نوائے وقت پارہ جن کی نمائندگی کے فرائض اسے انجام دینے ہوتے ہیں۔ ان پر ہسٹریا کے دورے پڑنے لگے لہٰذا اس اخبار نے جو جمہوریت، اسلام، نظریہ پاکستان، نظریاتی سرحدوں، نیوز پرنٹ کے اولین پرمٹوں، اشتہاروں کا، سب کا علمبردار ہے جھٹ اداریے (۲۶ نومبر) میں اپنی چادر اتارتے ہوئے لکھا ہے:-

"جنرل صاحب تو شاید اسی سے پریشان نہ ہوں ملک بھر کے جن لوگوں نے ہر اعتبار سے بہتر حالات کے عزم سے سرشار ہو کر بھٹو شاہی کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ وہ تو اس سوچ بلکہ تشویش سے بے نیاز نہیں ہو سکتے کہ انتخابات سے "مثبت نتائج" کی امید کس بنیاد پر کریں؟ اور مثبت نتائج کے بغیر انتخابات کے اہتمام سے ملک میں مزید سیاسی انتشار کے سوا کیا برآمد ہو سکے گا؟"

یہ تو ہے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے مفاد پرست اور مراعات یافتہ بعض مال لوٹنے والوں کے نمائندہ روزنامے کی رائے۔ جس میں آپ کو الکیشن کے بھوت سے دہشت زدگی کی تصویر نظر آتی ہے۔

اب کراچی کے جسارت جس کے پاس اسلام، مسلمان نظریہ پاکستان، نظریاتی سرحدوں، نظام شریعت، ایمان اخلاق، آزادی اظہار، صحافت کی آزادی، بنیادی حقوق کی ٹھیکیداری کا مستقل لائسنس دینے اور واپس لینے کی متروکہ املاک کا الاٹمنٹ ہے اس راگ کو چونکہ چنانچہ میں اس طرح باندھا ہے:-

عام لوگ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب جنرل صاحب قومی اتحاد کی پارٹیوں کو ایک جماعت میں ضم ہو جانے کی شرط پہ اقتدار قومی اتحاد کو سونپ دینے کی پیشکش پر اب تک قائم ہیں تو پھر ان کی اس بات کا کیا مفہوم کہ سیاستدان جب چاہیں انتخابات کرائے جا سکتے ہیں اور یہ کہ انتخابات کرانا فوج اور عدلیہ کی ذمہ داری ہے۔ پہلی پیشکش اور دوسرا وعدہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔"

اسلامی نظام یعنی جماعت اسلامی نظام کے اس سربہ مہر ڈبے کا پھڈا آپ سمجھ گیا ہے، جمہوریت اور آزادانہ منصفانہ فوج، عدلیہ کی نگرانی میں انتخابات کے اس ٹیپ ریکارڈ سے آواز آرہی ہے کہ جنرل صاحب "اپنے اظہار خیال کے اس تضاد کو خیرباد کہیں کیونکہ اس سے رائے عامہ میں انتشار پیدا ہوتا ہے"۔ یہ تضاد ہے قومی اتحاد کو بغیر انتخابات صوبائی حکومتوں، مکمل انتقالِ اقتدار وغیرہ کی یقین دہانی اور سیاستدان جب چاہیں انتخابات کروا دیئے جائیں گے کے اعلان کے درمیان۔

لیکن جنرل صاحب سے ہی اس کا مطالبہ کیوں کہ وہ یہ تضاد بیانی دور کریں حالانکہ انہوں نے صرف قومی اتحاد کی بلیوں اور ان کے ڈھول بجانے والوں کی دم پر پیر رکھا ہے۔ ان کا مقصد انتخاب ہی کرانا ہوتا تو اللہ رسول کا ذکر کر کے حلفیہ نوے دن میں انتخاب کرانے کا آپریشن فیئر پلے ہی کیوں نہ کرتے۔ یہ تو محض دیگ کے چاول دیکھنے کی ایک کوشش تھی اور جنرل ضیاء کو پتہ چل گیا کہ ابھی چاول کچے ہیں۔ انتخاب کرانے سے جماعت اسلامی اور دیگر اتحادیوں کا بیڑا ہو جائے گا یا بھٹہ بیٹھ جائیگا لیکن بقول نور خان جنرل ضیاء قومی اتحاد کو کب تک ٹیکے لگا سکتے ہیں کہ اگر انتخابات میں اکتوبر ۱۹۷۹ء سے تاخیر ہوئی تو فوج کا بھٹہ بیٹھ جائے گا۔

ہم نور خان کی طرح فوج میں رہے نہیں یہ تو جنرل ضیاء، ایئر مارشل نور خان، اصغر خان، یادش بخیر جنرل اعظم وغیرہ کا موضوع ہے۔

چاہنے کو تو ہم بھی یہ چاہتے ہیں بلکہ بال بچوں سمیت دعاگو ہیں کہ وہ وقت نہ آئے کہ پاک فوج کو سلام کہتے کہتے لوگ پاک فوج کو دور سے سلام کہنے لگیں۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ: جامعہ کراچی

بجائے پولیس کے ذریعے یہ مسئلہ حل کروانا چاہتی تھی لیکن طلبائے جامعہ کراچی کے بروقت فیصلے اور اعلان کے کہ جامعہ کراچی کی خودمختاری کا تحفظ کیا جائے گا اور جامعہ میں کسی بھی غیر متعلقہ افراد کو داخلے کی اجازت نہ ہوگی۔ انتظامیہ نے جامعہ کی حدود میں پولیس طلب نہیں کی وائس چانسلر زبردستی ایڈمنسٹریشن بلاک سے طلباء کا قبضہ ختم کرا چکے ہیں مگر جامعہ کراچی کی فضا اب بھی کشیدہ ہے۔ طلباء کے مطالبات جو ڈگری امتحانات ملتوی کرنے کے مسئلے تک محدود تھے اب وائس چانسلر کی برطرفی پر آگئے ہیں۔

ڈگری کلاسوں کے امتحانات کا التواء کیوں ہوا ہے؟ وائس چانسلر نے کیا واقعی استعفیٰ دے دیا ہے؟ جامعہ کی انتظامیہ بدنظمی اور چپقلش کا شکار ہے، جامعہ میں پھیلی ہوئی اس قسم کی افواہیں کئی پوشیدہ داستانوں کا آغاز ہیں۔ صرف یہی نہیں جامعہ کراچی ان دنوں کئی سنگین مسئلوں سے دوچار ہے۔ جامعہ کی موجودہ صورتحال کے پس منظر میں کچھ دنوں قبل خانہ جنگی منصوبہ بندی کی عمارت پر شعبہ صحافت اور شعبہ لائبریری سائنس کے طلباء و طالبات کے قبضے اور ہاسٹل کے طلباء کا گیسٹ ہاؤس پر قبضہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے کی ایک کڑی ڈگری کلاسوں کے امتحانات کا التواء ہے۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ اس تازہ واقعہ کے پس پشت جامعہ کے اساتذہ کی سیاست بھی کارفرما ہے۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر جامعہ آج اس برے حال کو پہنچ چکی ہے جہاں جامعہ کے طلباء و طالبات اپنے استادوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء اور دست و گریبان دیکھ رہے ہیں امتحانات کے التواء کا بہانہ بنا کر انتظامیہ کے بعض اراکین اپنی ان دھاندلیوں اور سازشوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں جن کی وہ اب تک وضاحت نہیں کر سکے ہیں ان میں سے بیشتر وہی جانے پہچانے چہرے ہیں جنہیں جامعہ کراچی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے نوازا ہے۔

اشتیاق حسین قریشی نے نہ صرف انہیں مختلف وقتوں میں ترقیاں دیں بلکہ انہیں بااثر بنا دیا کہ وہ آج جامعہ کی سیاست پر چھائے ہوئے ہیں۔ وہ جامعہ کے بارے میں غبن اور بدعنوانیوں کی تحقیقاتی رپورٹوں پر عملدرآمد بھی نہیں ہونے دیتے۔ امتحانات کے التواء پر ناصر حسن کو معطل کرنے کے سلسلے میں سنڈیکیٹ کے فیصلے کے بارے میں باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ سنڈیکیٹ کے بعض نامزد اراکین اور وائس چانسلر کے قریبی لوگوں سے اجلاس بلائے بغیر رائے لے کر فیصلہ کر دیا گیا۔ ان ذرائع کا کہنا ہے کہ وائس چانسلر نے ناصر حسن کو زک پہنچانے کے لئے اس خاص موقع کا انتخاب کیا تھا۔ اس سے قبل کچھ کالجوں کے پرنسپل حضرات نے جان بوجھ کر امتحانات سے متعلق انتظامات پر عدم اطمینان کا اظہار کیا اور ناصر حسن کو معطل کرنے کے فیصلے سے قبل ڈاکٹر احسان رشید سے ملاقات بھی کی اور بعد میں کالجوں کے پرنسپل کا وہ بیان بھی اخبار میں چھپا جو ان سے پہلے سے حاصل کر لیا گیا تھا۔

دوسری طرف ناصر حسن کا کہنا ہے کہ انہوں نے انتہائی محنت سے شعبہ امتحانات کے انتظامات کو بہتر بنایا۔ بدعنوانیوں کو ختم کیا۔ رزلٹ بروقت آئے اور پرچوں کے آؤٹ ہونے کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ شعبہ امتحانات کی آمدنی ۲۰ لاکھ سے بڑھ کر ۴۱ لاکھ تک پہنچ گئی جس کی وجہ سے کئی بڑے اور چھوٹے منتظمین کے مفادات کو ٹھیس پہنچی۔ وائس چانسلر سے ان کا مطالبہ تھا کہ شعبہ امتحانات کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لئے اختیارات دیئے جائیں۔ شعبہ امتحانات جو جامعہ کی مالی آمدنی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کی رقوم کو بے جا اخراجات کے ذریعے ضائع نہ کیا جائے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ڈاکٹر احسان رشید کی بے ضابطگیوں اور خرد برد کے معاملات کی مختلف موقعوں پر نشاندہی کرنے پر انہیں انتقامی کارروائی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جامعہ کے امتحانی فارموں، امتحانی کاپیوں اور ڈگریوں سے سالانہ ایک لاکھ ۴۵ ہزار روپے کی جو آمدنی ہوتی ہے۔ اس کا کوئی ریکارڈ یا اندراج نہیں ہے۔ ناصر حسن کا یہ بیان کافی معنی خیز ہے اور اس کے پیچھے ایک بار پھر جامعہ کی مالی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کا کاروبار دکھائی دیتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ جامعہ کے مالی بحران اور خسارے کے بارے میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے زمانے کی "عترت رپورٹ" اور پھر بعد میں "زاہدی رپورٹ" کو انتظامیہ اور اساتذہ کے سیاسی گروہ نے سرد خانے میں ڈلوا دیا اور اس پر عملدرآمد نہیں ہونے دیا تھا۔ لیکن اب ان عناصر کی دھاندلیوں کا بھانڈا پھوٹنے کا وقت قریب آتے دیکھ کر ان کی سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں اور وہ اپنے مفادات کی خاطر جامعہ کی عزت اور وقار کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہیں۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر احسان رشید ان عناصر کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ وہ اپنی بیوروکریٹک ذہنیت کی بناء پر آج تک جامعہ کے طلباء و اساتذہ میں مقبول نہیں ہو سکے ہیں اور نہ ہی جامعہ کے انتظامی معاملات ان کے ہاتھوں سنبھلے ہیں۔ وائس چانسلر کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد جامعہ کو مالی بحران سے نکالنے کے لئے ان کے سارے بلند و بانگ دعوے ناقابل عمل ثابت ہوئے ہیں اور اسی لئے اب خود کو محفوظ کرنے کے لئے گروہی سیاست میں ملوث ہو گئے ہیں

امریکی کب تک آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھے رہیں گے

آقائے شریعت مدار

مرنے سے بہتر ہے
کہ یکم دسمبر سے پہلے رفو چکر ہو جاؤ

شبیہ الحسن

ایران کے شہر اہواز کی شام ہے۔ سورج غروب ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ ایران میں ویسٹرن آئل کنسورشیم کا نگراں جارج لنک خوبصورت لان سے گذرتا ہوا اپنی شیورلٹ امپالا کار تک پہنچا۔ ڈرائیور نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور وہ بڑی خاموشی سے پچھلی نشست پر بیٹھ گیا جب اس کی کار دو آہنی گیٹوں سے گذرتی ہوئی باہر نکلی تو اس نے جائزہ لیا کہ سڑک کے کنارے قطار اندر قطار درختوں کی آڑ میں دو مسلح ایرانی فوجی گشت کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں جہاں تین ذیلی سڑکیں ملتی ہیں۔ چہرے پر نقاب ڈالے دو مسلح افراد ایک بڑے گڈھے سے اچانک نمودار ہوئے اور ... کمال پھرتی سے کار پر آتشی بم پھینک کر غائب ہو گئے۔ ایک زور دار دھماکہ کے ساتھ کار میں آگ لگ گئی لنک اور اس کا ڈرائیور بڑی مشکلوں سے اپنی جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔

ایران میں مقیم تیل کے ایک اعلیٰ امریکی ایگزیکٹو پر اس حملے سے اس خیال کو زبردست تقویت ملتی ہے کہ عوام میں امریکہ کے خلاف شدید ... موجزن ہیں۔ شاہ نے جس مقصد ... کے سنگھاسن پر لا بٹھایا ہے ... آتا۔ ایران کے تقریباً تمام بڑے ... سنگینوں کی کمان میں دے دیا گیا ...

ایران میں سی آئی اے کے مزید چار سو ایجنٹ پہنچ گئے

امریکہ کے چالیس ہزار فوجی مشیر اور جاسوسی کے چار ریڈیائی مرکز ایران میں کام کر رہے ہیں

بعض اطلاعات کے مطابق امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ ایران کے آس پاس منڈلاتا پھر رہا ہے۔ امریکہ نے تہران میں ایک ہنگامی اطلاعی مرکز قائم کیا ہے اور ایران میں مقیم امریکیوں سے کہا گیا ہے کہ وہ کسی بھی وقت اس مرکز سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ مبصرین کا خیال ہے کہ اس ہنگامی مرکز کا اولین مقصد ایران میں امریکی سی آئی اے کی سرگرمیوں کو فعال اور مربوط بنانا ہے کیونکہ اطلاعات کے مطابق سی آئی اے کے مزید چار سو ایجنٹ ایران پہنچ گئے ہیں جو ملک کے طول و عرض میں سرگرم ہیں۔

۱۹۵۹ء میں ترکی کے شہر انقرہ میں امریکہ اور شاہ ایران کی حکومت کے درمیان ہونے والے ایک معاہدے کے تحت امریکہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایران میں مقیم اپنے شہریوں کی حفاظت کی خاطر جب بھی ضروری سمجھے ایران میں اپنی فوجیں اتار سکتا ہے۔ اس وقت ایران میں ۵۰ ہزار امریکی موجود ہیں۔ جن میں سے ۴۰ ہزار فوجی مشیروں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس وقت ایران میں جاسوسی کے چار بڑے امریکی ریڈیائی مراکز موجود ہیں جن کے ذریعہ امریکہ روس اور ایران کے دیگر پڑوسی ملکوں کے خلاف جاسوسی کارروائیاں کرتا ہے۔

ایرانی فوج کی اسلحہ کی ضروریات کا بیشتر حصہ امریکہ ہی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ دو تین سال کے مختصر عرصہ میں امریکہ نے ایران کو ۲۰ ارب ڈالر یعنی دو کھرب روپے کا اسلحہ فراہم کیا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کی ۵۰۰ کمپنیاں ایران کی صنعت، تجارت، معدنیات اور تعمیرات کے شعبوں میں سرگرم عمل ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت ایران میں امریکہ کا ۲ ارب ڈالر کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔ امر... ۱۰ فیصد ایران پورا کرتا ہے ... ناٹو کے یورپی ممبروں کی تیل ... ایران ہی فراہم کرتا ہے جن کی ... امریکہ کی عالمی حکمت ...

اس اہمیت کے پیش نظر یہ با... یقینی ہے کہ امریکہ کسی بھی د... کے لئے ایران میں فوجی مداخ... پر عمل کر سکتا ہے۔ ایران ... سے پاکستان، افغانستان ... اور خلیج فارس کی ریاستوں جیسے ... فوری طور پر متاثر ہونا یقینی ...

آقائے خمینی

نفرت کے جذبات
لئے فوجی جنتا کو اقتدار
ہ بھی پورا ہوتا نظر نہیں
ہروں کو فوجی بوٹوں اور
ہے، مگر احتجاج اور

یکہ کی تیل کی ضروریات کا
ہے۔ اس کے علاوہ جاپان اور
کی ضروریات کا قابل ذکر حصہ
مقدار ۱۵ کروڑ ٹن سالانہ ہے۔
عملی اور معیشت میں ایران کی
دور کرنے میں کوئی بھی امر مانع
شاہ ایران کے اقتدار کو بچانے
خلت سے متعلق اپنی دھمکیوں
ں امریکہ کی متوقع فوجی مداخلت
، سوویت یونین، ترکی، عراق
ے ایران کے پڑوسی ملکوں کا
امر ہے۔

مظاہروں کا سیلاب ہے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہا بلکہ ان میں روز بروز شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ ۲۲ر اور ۲۳ر نومبر کے مظاہروں میں ہیلی کاپٹروں سے مظاہرین پر گولیوں کی بارش کی گئی۔ مسجد کے ایک حصے میں پناہ لینے والے خالی ہاتھ مظاہرین پر گولی چلا کر دارلاامان کے تقدس کو بھی چیلنج کر دیا گیا۔ اس صورتحال پر آیت اللہ خمینی نے شدید غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا عوام قاتلوں کا نام نوٹ کرلیں۔ ان سے ہر قطرہ خون کا مکمل حساب لیا جائے گا۔ انہوں نے ایرانی عوام سے یہ بھی کہا کہ وہ تیل کے کارخانوں پر قبضہ کرلیں اور اسرائیل کو تیل کی ترسیل روک دیں۔ حکومت کو ٹیکس دینا بند کر دیں۔ شاہ، امریکہ اور اسرائیل مسلمانوں کے دشمن ہیں۔"

ایک اطلاع کے مطابق فوج کی فائرنگ سے صرف گذشتہ ہفتہ بیس افراد ہلاک ہوئے، فوج طاقت استعمال کر کے تیل کے کارخانوں کے ورکروں کو واپس لے آئی لیکن کام معمول کے مطابق جاری نہیں ہے اور تیل کی پیداوار نصف سے بھی کم ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے بیرونی شپمنٹ بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ بیشتر کاروبار، سرکاری دفاتر اور وزارتوں میں کام ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ ایک غیر ملکی سفارت کار نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ — مسلح افواج اپوزیشن کے حصار کو توڑنے میں ناکام ہو گئی ہے۔"

ایرانی حکومت نے ہڑتالیوں کا زور توڑنے اور ہڑتالیوں کو کام پر واپس لانے کے لئے انہیں زیادہ مراعات اور بونس دینے کا اعلان کیا۔ ہڑتال کرانے والے لیڈروں کو بڑے پیمانے پر گرفتار کیا گیا۔ اور تیل کے تمام کارخانوں میں مسلح فوجیوں کا پہرہ بٹھا دیا گیا — مگر یہ ساری کارروائی ہڑتالیوں کو ٹس سے مس نہ کر سکی۔ البتہ ایک ہفتہ مزدوروں کی خاصی تعداد آئی۔ مگر دوسرے ہفتہ دوبارہ غائب ہو گئی۔ جن کارخانوں میں مزدور پہنچ جاتے ہیں وہاں کام میں سست رفتاری کا مظاہرہ کر کے انتظامیہ کو بے بس کر دیا جاتا ہے۔ مغربی ماہرین کو خوف ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو یورپ، جنوبی افریقہ اور اسرائیل تیل کے شدید بحران کا شکار ہو جائیں گے۔

جارج لنک پر نامعلوم افراد کے حملے کی خبر سن کر دو ہزار غیر ملکی ماہرین لرزہ براندام ہیں۔ اباداں اور خرم شہر میں کاروں کے عقبی شیشے پر جو پرچیاں چسپاں کی گئی ہیں ان پر یہ عبارت لکھی گئی ہے۔ "مرنے سے بہتر ہے کہ یکم دسمبر سے پہلے پہلے ایران سے رفوچکر ہو جاؤ" اس تاریخ سے محرم کا مہینہ شروع ہو رہا ہے۔ عام خیال ہے کہ اس ماہ عوام مغرب اور شاہ کے خلاف اپنی جدوجہد تیز کر دیں گے۔ آیت اللہ خمینی پہلے ہی کہہ چکے ہیں محرم کا چاند شاہ دیکھیں گے یا میں دیکھوں گا۔ اصفہان میں کام کرنے والے امریکی ملازمین کو برابر دھمکیاں موصول ہو رہی ہیں۔ تہران میں یہ عالم ہے کہ ڈیڑھ سو امریکی ماہرین ۲۴ گھنٹے پولیس اور فوج کے تحفظ میں رہتے ہیں۔ محکمہ مواصلات کے ہڑتالی ملازمین نے انہیں خبردار کیا کہ جب ہم ہڑتال پر ہیں اور ایک اعلیٰ کاز کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے بیٹھے ہیں اس وقت تم شاہ کی جانبداری میں ہماری جدوجہد کو سبوتاژ کرنے کی سازش میں مصروف ہو۔ تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔"

ایران میں ایک امریکی فرم کے لیڈنگ ڈائریکٹر نے کہا کہ ہمارے خیال میں حالات دھماکہ خیز ہیں۔ اگر حالات اسی نہج پر جاری رہے تو ہمیں یہاں سے نکل بھاگنے پر سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا۔ آخر ہم کب تک اس آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھے رہیں گے۔

فوجی جنتا کے سربراہ جنرل غلام رضا ازہاری بڑے طمطراق سے میدان میں اترے تھے۔ پارلیمنٹ سے اعتماد کا ووٹ بھی حاصل کیا۔ مگر ہڑتال توڑنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بجلی کے ملازمین بار بار ہڑتال پر چلے جاتے ہیں جس سے تہران کا بڑا حصہ رات کے وقت شہر خموشاں معلوم ہوتا ہے۔ سیمنٹ اور اسٹیل ملوں کے بڑے بڑے کارخانوں میں

آقائے کریم سنجابی

فوج اقتدار کو نہیں بچا سکتی
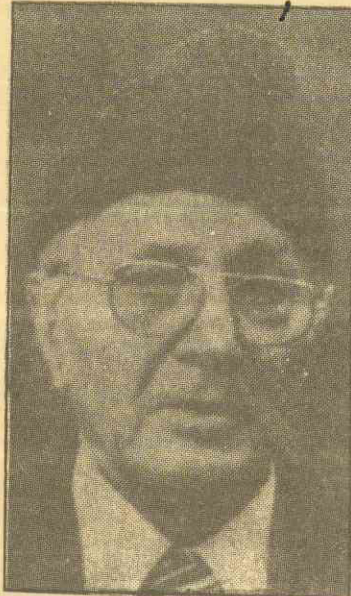
یا تو ہڑتال ہے یا کام بڑی سست رفتاری سے ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اگرتیل کی پیداوار معمول پر بھی آگئی تب بھی ایران کی اقتصادیات ایک بڑی تباہی سے دوچار ہونے سے نہ بچ سکے گی۔ ہڑتالیوں کا مطالبہ ہے کہ کارخانوں سے غیر ملکی ماہرین اور ملازمین کو نکالا جائے۔ مارشل لاء ختم کیا جائے۔ سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے اور بدعنوان افسروں، حکام اور شاہ کے رشتہ داروں پر مقدمات چلائے جائیں۔ فوجی حکومت نے ایک سابق جج جمال الدین اخاوی کو شاہی دھاندلی کی تحقیقات کی ذمہ داری سونپی تھی، مگر انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے، جتنا سمجھا جا رہا ہے۔ ان کی جگہ ججوں اور دانشوروں پر مشتمل ۲۲ ارکان کا ایک کمیشن بنایا گیا ہے۔ جو شاہی خاندان کے افراد کی دھاندلیوں اور بدعنوانیوں کی تحقیقات کرے گا۔ لیکن کمیشن کا اجلاس وکلاء اور ججوں کی ہڑتال کی وجہ سے ابھی تک نہیں ہو سکا۔

یہ خبر بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ گذشتہ ماہ شاہ کے سوا، ملکہ فرح اور ان کے تینوں بچے ایران چھوڑ چکے ہیں، بدعنوانیوں کی تحقیقات کے بارے میں ایک جج نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے امکانات بہت کم ہیں تاہم بدعنوان افراد اس کے باوجود کسی قسم کا خطرہ مول لینے پر تیار نہیں ہیں اور وہ سوئٹزر لینڈ کے قریب ترین ملکوں میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے وہ ہوا کا رخ دیکھ رہے ہیں

ایران کا شاہی محل موجودہ بحران سے نکلنے کے نسخے تلاش کرنے میں مصروف ہے۔ آیت اللہ خمینی آیت اللہ مدار اور نیشنل فرنٹ کے رہنماؤں سے بات چیت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مگر ابھی تک کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ملا۔ سابق وزیر اعظم علی امینی کا کہنا ہے کہ مخلوط حکومت سے معاملہ درست نہ ہو گا ہمیں ایک نیچرل گورنمنٹ کی تشکیل کی جانب پیش قدمی کرنی ہو گی جس سے امید ہے کہ شاید ہم موجودہ سنگین بحران سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایران میں یہ سوال بھی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے کہ کیا کسی سمجھوتے کی صورت میں مسلح افواج بیرکوں میں لوٹ جائیں گی۔ افواج کا معاملہ کچھ اور ہوتا ہے جب اسے اقتدار کی چاٹ لگ جائے تو اسے میدانوں میں مشقیں کرنے اور بیرکوں میں سونے میں مزا نہیں آتا۔

شاہ کے سرپرست امریکی رہنما محرم کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں محرم کا مہینہ فیصلہ کن ہو گا۔ اگر مسلح افواج اس دوران بڑے فساد پہ قابو پانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تو اس بحران سے نکلنے کی امید کی جا سکتی ہے

غیر جانبدار مبصرین کی رائے ہے کہ اگر فوج طاقت کے ذریعے محرم کے دوران ہنگاموں اور مظاہروں کو ٹھنڈا کرنے میں کامیاب بھی رہتی ہے جب بھی شاہ کی کامیابی کے امکانات کم ہیں کیونکہ ایران کی معیشت کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے

ایران، امریکہ پر کپکپی طاری ہے

مراکش کے شاہ حسن دوم، ایران کے واقعات سے لرزہ براندام ہیں امریکہ کے قریبی حلیف اور ترقی پسند عرب ممالک کے ازلی دشمن گردانے جاتے ہیں اپنے ملک میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ آہنی ہاتھوں سے حکومت کرتے ہیں ان کے دامن پر استقلال پارٹی کے ترقی پسند رہنما مہدی بن برقہ کے خون کے دھبے ہیں ان کے ہاں بھی ایران کی ساواک کی طرز پر خفیہ پولیس کا بدترین نظام ہے جس کے ایجنٹ اور عہدے دار لامحدود اختیارات رکھتے ہیں جسے چاہیں اور جب چاہیں گمنام مقامات پر لے جا کر قتل کر دیں۔ ان سے سوال کرنے والا شاہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے فرانس کے ایک مضافاتی علاقہ میں مہدی بن برقہ کے قتل میں داخلی سلامتی کے اس ادارے کے سربراہ کا ہاتھ تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ شاہ حسن کا قریبی رشتہ دار تھا۔

ایران کے حالات نے امریکہ کے حلیف ممالک اور شاہوں کے جسم میں کپکپی طاری کر رکھی ہے سب سے مضبوط قلعہ میں دراڑیں پڑ گئی ہیں اس صورتحال کا شاہ حسن نے خصوصی طور پر نوٹس لیا ہے کیونکہ ایران میں اگر شاہ کا بستر گول ہوتا ہے تو سیاسی مبصرین کے مطابق شاہ حسن دوم کی باری آ سکتی ہے ادھر شاہ نے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صحارا کے مسئلہ پر الجزائر اور مجاہدین آزادی پولیساریو سے پنگا لے رکھا ہے۔

پچھلے دنوں مراکش کے شاہ حسن دوم نے اہل خاندان کے ساتھ جمی کارٹر کا آشیرواد لینے کے لیے امریکہ کا دورہ کیا اس موقعہ پر نیوز ویک کے نمائندے لارنز امریکی میلس کو انٹرویو دیتے ہوئے شاہ حسن نے مشرق وسطیٰ اور ایران کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ان سے ان کی امریکہ اور اسرائیل نوازی کا واضح اظہار ہوتا ہے انہوں نے امریکی صدر کارٹر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں ذاتی طور پر صدر کارٹر کی جرأت اور انتہائی منصف مزاج کا زبردست مداح ہوں۔ مشرق وسطیٰ کے بارے میں ان کی پالیسی حقوق انسانی قانون اور انصاف کے بنیادی اصولوں پر قائم ہے لیکن آپ صرف صدر کارٹر سے مطالبہ نہیں کر سکتے کہ وہ سارے مسائل حل کر دیں بالآخر دو پارٹیاں اور بھی ہیں۔"

دنیا بھر کے آزاد ممالک اور ترقی پسند عوام مشرق وسطیٰ کے بارے میں سامراج کی پالیسی پر شدید نکتہ چیں ہیں لیکن اقتدار اور تخت بچانے کی خاطر شاہ حسن اس قابل مذمت پالیسی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔

امریکی صدر کارٹر کے نام ایران
کے ۲۸ ممتاز سیاسی سماجی اور
ثقافتی رہنماؤں کا کھلا خط

کارٹر صاحب آپ کے انسانی حقوق کے دعوے کو کیا ہو گیا ہے

شاہ اور ان کی حکومت تنہا ہو چکے ہیں

مغربی برلن میں ایرانی جمہوریت پسند طلبا اور نوجوانوں کی تنظیم کے بیرون ملک بیورو نے اس کھلے خط کا متن جاری کیا ہے جو ایران کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی حلقوں سے تعلق رکھنے والی ۲۸ مقتدر شخصیات نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر جمی کارٹر کے نام لکھا ہے۔ تنظیم نے توقع ظاہر کی ہے کہ انتہائی مشکل حالات میں جدوجہد جاری رکھنے والے ایرانی عوام، طلبا اور نوجوانوں کی حمایت کرنے والے اس خط کے متن کو زیادہ لوگوں تک پہنچائیں گے۔ ہم ان کی اس توقع کی تکمیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

انہوں نے ایران کے موجودہ واقعات پر بھی گرانقدر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "سڑکوں پر مظاہرہ کرنے والے مظاہرین کنفیوژن پیدا کر رہے ہیں اس وقت صورتحال یہ ہے کہ ہمیں پتا نہیں چلتا کہ ان کے کیا مطالبات ہیں۔ کیا وہ دستوری آزادی چاہتے ہیں تاکہ اسلام کے بنیادی قوانین کی طرف لوٹ سکیں یا ایرانی حکومت میں مکمل انقلابی تبدیلی کے خواہشمند ہیں میرا خیال ہے کہ وہ خود اس معاملے میں واضح نہیں ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عوام سڑکوں پر نکل آتے ہیں تو ہر لیڈر نشاندہی کرتا ہے کہ یہ ہمارے آدمی ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ شاہ کو کس سے بات کرنی چاہیئے نہ ہی یہ علم ہے کہ سڑکوں پر آنے والے لوگ کس کے ہیں نہ ہی ان میں کمیونسٹ لبرل، رائٹسٹ الٹرا رائٹسٹ کے تناسب کا پتا چلتا ہے۔"

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا میرا خیال ہے کہ ایران میں مارکسسٹ حکومت کے قیام سے مشرق وسطیٰ میں زیادہ پرامن بقائے باہمی کی فضا پیدا نہ ہو گی۔ بلکہ اس کی وجہ سے عرب ممالک اسرائیل کے خلاف جنگ شروع کر دیں گے جس کا مقصد اسرائیل کو نیست و نابود کرنا نہیں ہو گا بلکہ صرف بدنظمی اور انتشار کو جنم دینا ہو گا۔

مسٹر جمی کارٹر

صدر۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ

ایران کے مظلوم عوام کے نام پر اس کھلے خط کے دستخط کنندگان، ایران میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے بے شمار واقعات سے آپ کو مطلع کرنا پسند کریں گے۔

ہم آپ کے نام یہ کھلا خط اس لئے لکھ رہے ہیں کہ حالیہ صدارتی انتخابی مہم کے دوران اور عہدہ سنبھالنے کے بعد آپ نے بار بار وعدہ کیا کہ آپ دنیا بھر میں انسانی حقوق کی ہر طرح کی خلاف ورزی کے مقابل صف آرا ہوں گے لیکن اس حتمی وعدے کے برعکس ایران میں شاہ ایران کی مطلق العنان حکومت، وہ حکومت جس نے ملک کو ایک نظربندی کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے کو آپ کی بھرپور آشیرواد حاصل ہے۔

جناب صدر!

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شاہ کی حکومت اس قوم دشمن فوجی بغاوت کی پیداوار ہے جس نے عظیم ایرانی محب وطن ڈاکٹر مصدق کی قانونی اور قومی حکومت کا تختہ الٹا اور شاہ کو دوبارہ برسر اقتدار لائی۔ اگست ۱۹۵۳ء کی فوجی بغاوت کی منصوبہ بندی سی آئی اے اور ایرانی فوج کے امریکی فوجی مشیروں نے کی تھی۔ سازشیوں نے قانونی وزیر اعظم کو جیل میں ڈال دیا۔ ایک فوجی ٹریبونل میں ان کی تذلیل کی گئی اور ایرانی عوام پر ایک غیر قانونی حکومت مسلط کی۔ اس وقت سے شاہ ایران ایک مطلق العنان حکمران ہیں۔ وہ ہر طریقے سے بداطوار بادشاہت کو مستحکم کرنے اور ملک کے قدرتی وسائل کو لوٹنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ امریکی حکومت کی ہمہ جہت حمایت اور ایرانی سیکرٹ سروس "ساواک"، پولیس، نیم فوجی تنظیموں اور شاہی فوج کی "ملازمت" میں اس کے ہزاروں "مشیروں" کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہمارے ملک کو ایک بڑے نظربندی کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے جس میں محب وطن اور آزادی سے محبت کرنے والے لوگوں کو زیر حراست رکھا اور اکثر کو اذیتیں دے کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں شاہ کی حکومت نے آزادی کی جڑیں اکھیڑ دی ہیں اور انسانی حقوق کے تمام اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایران پر ایک انتہائی دہشتناک پولیس راج کی حکمرانی ہے۔ گزشتہ ۲۵ برسوں میں [illegible] محب وطن، اس بناء پر کہ وہ حکومت سے مختلف خیالات رکھتے ہیں، کو جیلوں اور نظربندی کیمپوں میں ڈالا گیا ہے۔ ان میں سے ہزاروں کو فائرنگ اسکواڈ کے ذریعے، تشدد کے دوران یا سادہ طریقے پر حکومت کے ایجنٹوں کے ہاتھوں گلیوں میں ہلاک کیا گیا یہ لوگ کسی جرم کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف اپنے ملک، اس کی آزادی اور اس کے عوام کی آزادی سے محبت کی تھی۔

جناب صدر!

آپ یقیناً جانتے ہیں کہ گزشتہ ۲ سالوں میں ۲۵۰ سے زیادہ ایرانیوں کو سیاسی الزامات کی بناء پر سزائے موت دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ایرانی عوام آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے شاہ کی حکومت کے جرائم پر کبھی کوئی احتجاج کیوں نہیں کیا؟

چند برسوں سے امریکی صحافیوں اور کالم نگاروں

کی ایک بڑی حد تک ایرانی عوام اور دنیا کے دوسرے آزادی سے محبت کرنے والے عوام کی رائے عامہ کے دباؤ کے تحت ایران کے حقائق پر توجہ دے رہی ہے۔ انہوں نے شاہ کی حکومت کے اصل کردار کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے پروپیگنڈے اور اس کے جھوٹ کی پول کھول دی ہے۔

ایران میں تمام سیاسی جماعتوں اور تنظیموں پر پابندی ہے۔ صرف ایک "شاہی پارٹی" ہے جس کی کمان براہ راست شاہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کے رہنماؤں کا تقرر درباریوں میں سے ہوتا ہے۔ شاہ نے مئی ۱۹۷۶ء کی اپنی پریس کانفرنس میں اعتراف کیا کہ ان کی پارٹی کی جڑیں عوام میں بالکل نہیں ہیں۔

آئین کی رو سے ایرانی پارلیمنٹ عوامی نمائندوں کے بحث و مباحثہ اور فیصلے کرنے کا مرکز ہے۔ لیکن درحقیقت اس کی حیثیت ساواک کے نامزد کردہ موالیوں کے کلب سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ جی حضوری کرنے والے لوگ ہیں جن کا بنیادی فریضہ شاہ کے احکام کی توثیق کرنا ہے۔

مزدوروں کی تمام آزاد ٹریڈ یونینیں، نوجوانوں کی تنظیمیں ریاستی ملازمین کی ٹریڈ یونینیں، دانشوروں، ادیبوں اور فنکاروں کی تمام سماجی اور ثقافتی انجمنیں ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ یونیورسٹیوں میں طلبا کے ثقافتی اور کھیلوں کے کلب توڑ دیئے گئے ہیں۔

ایران میں آزاد صحافت یا صحافتی آزادی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اور یہ بھی ساواک کی سخت نگرانی میں ہوتا ہے صرف تین اخبارات کو اشاعت کی اجازت ہے جو حکومت سے الحاق رکھتے ہیں۔ اپریل ۱۹۷۸ء میں ان اخبارات کے ۹۰ صحافیوں نے ایک کھلے خط میں حکام سے مطالبہ کیا کہ سنسرشپ ہٹائی جائے اور انہیں اظہار خیال کا موقع دیا جائے۔ یہ ایک قائل کر دینے والی مثال ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایران میں آزادی قطعی مفقود ہے۔

شاہ کی حکومت کی مخالفت کو جرم تصور کیا جاتا ہے حال ہی میں شاہ نے منافقت کے ساتھ اعلان کیا کہ وہ اپنی حکومت کو روشن خیال بنائیں گے۔ اس اعلان کے بعد بھی تہران یونیورسٹی کے طلبا کے پہلے اجتماع کو جو چند ترقی پسند ادیبوں کے لیکچر سننے کے لئے منعقد کیا گیا تھا، پولیس اور ساواک کے مسلح ایجنٹوں نے بربریت کے ساتھ منتشر کر دیا۔ محب وطن لوگوں کی اسی طرح کی ایک میٹنگ کو جو تہران کے قریب (کاروان سرائے سانگی میں) منعقد ہوئی تھی اسی صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ساواک کے ایجنٹوں نے کئی افراد کو زخمی کر دیا۔

آزادی اور انسانی حقوق کے اصولوں کی طرف شاہ کی حکومت کا یہ رویّہ ہے۔

جناب صدر!

آپ کو اس طرح کی "آزادیاں" ہمارے ملک میں بہت مل جائیں گی کیا یہی سب کچھ جس کا دفاع کرنے کا آپ نے عہد کیا تھا؟

شاہ کی حکومت کی قوم دشمن اور فوجی قسم کی پالیسی اس کی دہشت پسند پولیس نوعیت کی ذیلی پیداوار ہے۔

یہ ہمارے لئے بڑی اذیتناک بات ہے کہ اپنے پدر وطن کو جو کسی زمانے میں تہذیب کا گہوارہ تھا اور جس کے عوام انتہائی درخشاں انسانی ثقافت کے ایک حصّے کے خالقوں، عالمی شہرت کے حامل سعدی، حافظ، خیام بوعلی سینا کے ورثا ہیں۔ وہ سرزمین اس وقت اسلحہ کی دوڑ جبر و تشدد، ہلاکت، اذیت رسانی، سزائے موت کے اجراء اور محب وطن لوگوں کے لئے قید و بند وغیرہ کی چمپئن ہے۔

ہماری تیل سے ہونے والی ۲۵ کھرب ڈالر کا آدھے سے زیادہ حصّہ یعنی ہماری قومی آمدنی کا ۳۰ فیصد حصّہ فوج پر صرف ہو رہا ہے۔

ہماری دفاعی ضروریات اور فوج پر صرف ہونے والی رقم میں کوئی معقول تعلق نہیں ہے فوج کا اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ ایران اور اس کے پڑوسی ممالک کے حریت اور آزادی سے محبت کرنے والے عوام کو کچلیں

اس شیطانی پولیس تنظیم کا ساواک کا بجٹ جو ۱۹۷۷ء میں ۸۰ ارب ڈالر تھا۔ ۱۹۷۸ء میں جست لگا کر ایک کھرب ڈالر ہو گیا

ہماری قومی آمدنی سے ایک کھرب ڈالر سے زیادہ ان ۳۰،۰۰۰ سے زائد امریکی شہریوں کو ادا کیا جاتا ہے جنہوں نے امریکی مسلح افواج کو بھاڑے کی ٹوڈ فوج میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

ان قوم پالیسیوں کے اثر کے تحت ایران کی اقتصادی صورتحال تیزی سے خراب ہوتی جا رہی ہے سارے ملک پر ایک شدید بحران چھایا ہوا ہے مصارف زندگی، غذائی اجناس کی قیمتیں کپڑے کرایہ مکان اور دواؤں کی قیمتیں اس حد کو پہنچ گئی کہ شہروں اور دیہاتوں کے عوام کی اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

جناب صدر!

جیسا کہ نیویارک ٹائمز کے نمائندے نے اپریل ۷۸ء میں زور دے کر کہا تھا کہ ایران کے عوام مایوس کن صورتحال سے دوچار ہیں جنوری اور مئی ۱۹۷۸ء کے درمیان ایران کے ۲۷ شہروں میں لاکھوں افراد شاہ کی مطلق العنان حکومت کے خلاف شدید نفرت کے اظہار کے لیے سڑکوں پر نکل آئے عوام کے پرامن مظاہروں کو ساواک کے ایجنٹوں اور فوج نے ایسی بربریت کے ساتھ کچل دیا جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ حالیہ جابرانہ کارروائیوں کے نتیجے میں ایک ہزار سے زائد افراد ہلاک، کئی ہزار زخمی ہوئے اور ۸ سے ۱۰ ہزار افراد کو جیلوں میں ڈال دیا گیا جو لوگ جیلوں میں ہیں ان کی زندگیاں فوجی ٹربیونلوں کے ہاتھوں خطرے میں ہیں۔

یہ "شاہ کی ساختہ" آزادی کی چند تازہ ترین مثالیں ہیں۔

اپنی دہشت گردی کو جائز ثابت کرنے کے لئے شاہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عوامی احتجاج کی زبردست لہر "سیاہ رجعت" اور "سرخ رجعت" کا کام ہے جو اعلیٰ حضرت جلالۃ الملک کے "ترقی پسندانہ منصوبوں" کی وقعت کم کرنے کے لئے متحدہ اقدام کرتے ہیں مگر عالمی اخبارات کے نمائندوں اور کالم نگاروں جن میں امریکی بھی شامل ہیں نے زور دیا ہے کہ عوامی احتجاج کی جڑیں ان عوام کی مایوسی میں ہیں جو روٹی، حرّیت اور قومی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں اور جو ظالم کے ٹینکوں اور مشین گنوں سے نہیں ڈرتے۔

شاہ اور ان کی حکومت تنہا ہو چکے ہیں عوام کی اکثریت ان سے نفرت کرتی ہے "مرگ بر شاہ" وہ نعرہ ہے جس کی عوام کی اکثریت حمایت کرتی ہے۔

جناب صدر!

ہمیں یقین ہے کہ آپ ایران کی صورتحال سے آگاہ ہیں اس کے باوجود نہ تو شاہ سے تہران میں گفتگو کے دوران نہ ہی واشنگٹن میں آپکی طرف سے دیئے جانے والے گرم جوشانہ استقبالیے آپ کو انسانی حقوق کے بارے میں اپنے عہد و پیمان یاد نہیں آتے۔

آپ جو کہتے اور کرتے ہیں ان کے درمیان کیسے مطابقت پیدا کریں گے؟

کیا شاہ کی حکومت کے جرائم کے بارے میں آپکی خاموشی کا تعلق ۲۵ کھرب ڈالر کی مالیت کے اسلحہ سے نہیں ہے جو پچھلے ۶ سال میں شاہ کے ہاتھ فروخت کئے

جدوجہد نے ٹریڈ یونین وجود کو تسلیم کرا لیا

تمام مسائل حل نہیں ہوئے

اہم مسائل حل طلب ہیں

افسروں کو سہولتیں دے دی گئیں باقی عملے کے ارکان مراعات سے محروم ہیں

سے ایک انٹرویو

اسی سال جولائی کے اواخر میں بینکوں اور مالیاتی اداروں کی پرسکون فضا میں اچانک ارتعاش پیدا ہوا کلرک، کیشیئر، چپراسی، چوکیدار غرضیکہ کم تنخواہ پانے والے سارے ملازمین دیکھتے ہی دیکھتے مجسّم احتجاج بن گئے بینکوں کی وسیع و عریض عمارتیں فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگیں۔ وفاقی حکومت کے مقرر کردہ ویج کمیشن نے جب تنخواہوں اور الاؤنسز سے متعلق اپنے فیصلوں کا اعلان کیا تو اس کے خلاف محنت کشوں میں شدید ردِعمل پیدا ہوا جو جلسوں جلوسوں اور مظاہروں کے مراحل سے گذرتا ہوا ہڑتال کی صورت اختیار کر گیا جماعتِ اسلامی کے حواریوں نے اور اس جماعت کی ذیلی تنظیم "نیشنل لیبر فیڈریشن" نے مزدور دشمنی اور انتظامیہ پرستی کا اپنا روایتی کردار ادا کرتے ہوئے محنت کشوں کی انتہائی منظم، پرامن باوقار اور خالصتاً اقتصادی مسائل پر مبنی ٹریڈ یونین تحریک کو سیاست کا رنگ دینے کی کوشش کر کے اسے سبوتاژ کرنے کی لاحاصل سعی کی۔ بنک ملازمین کی جدوجہد کو ان عناصر نے پہلے جناب منہاج برنا اور پھر پیپلز پارٹی سے منسلک ہونے کا الزام لگایا۔ مگر بنکوں کے ایک لاکھ سے بھی زائد محنت کشوں نے اس پروپیگنڈہ پر کان تک نہ دھرے اور نہ ہی محنت کشوں کے قائدین پر اس کا کوئی اثر ہوا۔ تحریک پوری شد و مد سے جاری رہی اور پورے ڈیڑھ ماہ تک احتجاجی مہم چلتی رہی اس ہنگامی اور بحرانی دور میں بنک ملازمین کی لیڈر شپ میں سے جناب حبیب الدین جنیدی کی شخصیت اپنے واضح اور مضبوط مؤقف کی بنیاد پر محنت کشوں کے واحد قومی ترجمان کی حیثیت سے ملک گیر سطح پر مزید ابھر کر آئی انہوں نے ماہ رمضان المبارک کے دوران بنک ملازمین کے اتنے عظیم الشان اجتماعات سے خطاب کیا جنہوں نے حاضری کے لحاظ سے بڑے سیاسی جلسوں کی یاد تازہ کر دی۔ ماہِ اگست ہی کے تیسرے ہفتے میں انہیں گرفتار کرنے کے لئے ناقابلِ ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کیئے گئے۔ رات کے دو بجے کے قریب پولیس نے ان کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارا جناب جنیدی وہاں موجود نہ تھے پولیس ان کے چھوٹے بھائی کو پکڑ کر لے گئی۔ اور ۲۴ گھنٹے تک یرغمال بنائے رکھنے کے بعد چھوڑا۔ بالآخر وفاقی حکومت نے بنک ملازمین سے مذاکرات کیئے اور ان کے بعض اہم مطالبات تسلیم کر لیئے گئے اور یوں بنک ملازمین کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ان کی ملک گیر اور مشترک جدوجہد اپنے منطقی نتایج حاصل کرنے کے بعد کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی جناب جنیدی حبیب بینک ورکرز فرنٹ اور حبیب بینک ایمپلائز فیڈریشن کے بھی سیکرٹری جنرل ہیں۔ انہوں نے ایک ملاقات میں ہمارے چند سوالوں کے جواب میں کہا کہ۔

سوال:۔ بینک ملازمین کی حالیہ جدوجہد کے محرکات کیا تھے۔

جواب:۔ اس ضمن میں یوں تو بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں مگر اہم ترین وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ بنک ملازمین اور ان کی تنظیمیں حق اجتماعی سودا کاری سے محروم ہیں، ان کی تنخواہوں، شرائط کار، الاؤنسز اور دیگر سہولتوں کے تعین میں ٹریڈ یونین کی شرکت اور عمل دخل کو ختم کر دیا گیا ہے ایک طویل عرصے سے ان پر ویج کمیشن وزارتِ خزانہ اور بنکنگ کونسل کے یکطرفہ فیصلے ٹھونس دیئے جاتے ہیں۔ یہ فیصلے چونکہ ایک ہی طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد ایک مخصوص نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں لہٰذا وہ عموماً محنت کشوں کی ضروریات اور خواہشات سے مطابقت نہیں رکھتے اور نتیجہ بے اطمینانی اور اضطراب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ویج کمیشن کے فیصلوں کے خلاف حالیہ تحریک کا سبب بھی یہی تھا۔

سوال:۔ آپ کے مخالفین نے دوران جدوجہد آپ پر مذاکرات سے گریز کرنے اور حکومت سے تصادم کی پالیسی اختیار کرنے کا الزام لگایا ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

جواب:۔ یہ الزام بے بنیاد اور حقائق کے برعکس ہے ہم حکومت سے تصادم نہیں بلکہ مذاکرات کے خواہاں تھے ۲۶ جولائی کو جس دن ویج کمیشن کے فیصلوں کا اعلان کیا گیا ہم نے ان فیصلوں کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لئے ایک خصوصی کمیٹی کی تشکیل کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی اور جس میں کمرشل بنک مالیاتی اداروں اور اسٹیٹ بنک کا ایک ایک نمائندہ شامل تھا دو دن تک یہ کمیٹی ان فیصلوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ ویج کمیشن کے یہ فیصلے محنت کشوں کی ضروریات کی تکمیل نہیں کرتے اور بعض انتہائی نامنصفانہ

اور غیر منطقی سوچ پر مبنی ہیں مثلاً الاؤنسز کی بقایاجات کی ادائیگی کا مسئلہ اس کی ایک مثال ہے اسی دوران ہم نے ہر بنک اور مالیاتی اداروں کے کارکنوں کے علیحدہ علیحدہ اجلاس طلب کیے اور ان سے رائے طلب کرنے کے بعد ایک منشور مطالبات ترتیب دیا اور مورخہ ۲۹ جولائی کو پریس کانفرنس کے ذریعہ ان مطالبات سے حکومت کو آگاہ کیا اور بات چیت کے ذریعہ مسائل کے تصفیہ کی اپیل کی ۲۶ جولائی سے ۱۲ اگست تک بنک ملازمین نے کوئی ایک بھی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس کی بناء پر تصادم کی پالیسی اختیار کرنے کا الزام عاید کیا جا سکے اگر ہم واقعی تصادم کے خواہاں ہوتے تو پھر پورے دو ہفتوں تک مذاکرات کی اپیلیں نہ کرتے درحقیقت یہ الزام وہ افراد لگا رہے تھے جو مسائل سے چشم پوشی کرنے اور جدوجہد سے راہ فرار اختیار کرنے والے ثابت ہوئے

سوال:۔ گذشتہ ماہ آپ نے وفاقی دارالحکومت میں بنک ملازمین کے مطالبات پر حکومت سے مذاکرات کیے جس کے بعد وفاقی وزیر محنت نے بنک ملازمین کے لیے بعض اضافی فوائد کا اعلان کیا آپ ان اعلان سے مطمئن ہیں۔؟

جواب:۔ کسی حد تک اطمینان حاصل ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ بنکوں کے قومی ملکیت میں آنے اور حق اجتماعی سودا کاری سلب ہونے کے بعد محنت کشوں نے پہلی مرتبہ اصولی کامیابی حاصل کی ہے ۱۹۷۴ء سے لیکر حالیہ جدوجہد سے قبل تک ہر ہر موقعہ پر بنک ملازمین کی انتہائی پرامن تحریکوں کو بھی کبھی تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ طاقت اور منفی ہتھکنڈوں کے استعمال کے ذریعہ انہیں کچلا اور دبایا گیا اب کی دفعہ ہم نے اس حقیقت کو تسلیم کرا لیا ہے کہ صرف بامعنیٰ مذاکرات کے ذریعہ ہی مسائل پر تصفیہ ہو سکتا ہے یہی حق اجتماعی سودا کاری کی اسپرٹ ہے۔ اب یہ حکومت پر منحصر ہے کہ وہ باقاعدہ اور قانونی طور پر سودا کاری کے حق کو بحال کر دے تاکہ ایک دیرینہ مسئلہ حل ہو، پھر ہمارے اطمینان کی وجہ یہ بھی نہیں کہ تنخواہوں میں چند روپوں کا اضافہ ہو گیا ہے یا چار کروڑ روپلے سے زائد رقم کے بقایاجات کی ادائیگی کر دی گئی ہے بلکہ اطمینان اس امر پر ہوا ہے کہ جدوجہد اور کاوشوں کے بعد ٹریڈ یونین کے وجود کو تسلیم کرا لیا گیا۔

سوال کیا بنک ملازمین کے تمام اہم مسائل حل ہو گئے ہیں؟

جواب:۔ نہیں ابھی کئی اہم مسائل حل طلب ہیں جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ بنیادی مسئلہ جو کہ حق اجتماعی سودا کاری کی بحالی کا ہے۔ وہ بھی ابھی باقی ہے مگر ہم تمام مسائل کے ایک ہی وقت میں حل ہو جانے کی توقع کبھی نہیں رکھتے تھے۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ یہ ایک تدریجی عمل ہے جو کہ لیکر ٹریڈ یونین آگے بڑھتی رہتی ہے اس سے قطع نظر بعض فوری طور پر حل طلب مسائل جن میں برطرف شدہ ملازمین کی بحالی، آئی ڈی بی پی کے سپروائزروں اور سابقہ اسٹنڈرڈ بنک کے جونیئر افسران کی سابقہ حیثیتوں کی بحالی سابقہ مشرقی پاکستان سے ہجرت کرکے آنیوالے حبیب بنک کے ملازمین کے بعض مسائل کا تصفیہ اور بعض دیگر امور کے بارے میں حکومت نے اس امر کی یقین دہانی کرائی ہے کہ انہیں بھی جلد از جلد حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سوال:۔ سابقہ اسٹنڈرڈ بنک کے جونیئر افسران اور سابقہ مشرقی پاکستان سے ہجرت کرکے آنے والے حبیب بنک کے ملازمین کے مسائل کی کیا نوعیت ہے؟

جواب:۔ سابقہ اسٹنڈرڈ بنک جو کہ جولائی ۱۹۷۵ء میں حبیب بنک میں ضم ہو چکا ہے کہ جونیئر افسران تمام معنوں میں بحیثیت افسر فرائض انجام دے رہے تھے ان میں سے کئی ایک برانچ منیجر کے عہدوں پر بھی فائز تھے۔ انضمام کے بعد حبیب بنک کی انتظامیہ نے بغیر کسی قانونی اختیار کے تمام جونیئر افسران کی تنزلی کرکے انہیں کلرک بنا دیا۔ یہی کچھ نیشنل بنک کی انتظامیہ نے اپنے سپروائزروں کی سابقہ حیثیت بحال کرتے ہوئے انہیں گریڈ تھری افسر میں شامل کر دیا مگر سابقہ اسٹنڈرڈ بنک اور آئی ڈی بی پی کے سپروائزروں کا مسئلہ ابھی تک وزارت خزانہ کے پاس فیصلہ کے لیے رکا ہوا ہے سابقہ مشرقی پاکستان سے ہجرت کرکے آنے والے حبیب بنک کے ملازمین جب لٹ پٹ کر پاکستان پہنچے تو انہیں کچھ اضافی سہولتیں دینے کے بجائے حبیب بنک کی انتظامیہ نے ملازمتوں کا تسلسل دینے اور سفری اخراجات کی ادائیگی سے انکار کر دیا جبکہ کسی بھی دوسرے بنک نے اس معاملہ میں ایسا رویہ اختیار نہیں کیا حیرت کی بات یہ ہے کہ خود حبیب بنک میں سابقہ مشرقی پاکستان سے آنے والے افسران اور ایگزیکیٹو کو یہ سہولتیں دی گئی ہیں مگر کلریکل اور نان کلریکل عملہ کو اس سہولت سے محروم رکھا گیا ہے یہ ایک ایسی ناانصافی ہے جس کا مداوا ضروری ہے۔

سوال:۔ بنکوں کے قومی ملکیت میں آنے کے بعد بعض حلقوں کی جانب سے الزام لگایا جاتا ہے کہ کارکنوں کی کارکردگی کا معیار گر گیا ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔

جواب:۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے جہاں تک کارکردگی کا تعلق ہے اس کے معیار کو مجموعی طور آج بھی ہم کسی بھی سرکاری، نیم سرکاری یا پرائیویٹ ادارے کے تقابلہ میں دیکھیں تو لاکھ درجہ بہتر ہے درحقیقت بعض افراد کے اذہان میں سرکاری اداروں کے تصور سے یہ خیال ابھرتا ہے کہ جو ادارہ بھی سرکاری تحویل میں ہوگا اس کی کارکردگی گرے گی۔ بنکوں کے ملازمین نے اس تصور کو غلط ثابت کر دکھایا ہے جہاں تک انفرادی شکایت کا تعلق ہے یہ اس وقت بھی ہوا کرتی تھیں کہ جب بنک پرائیویٹ سیکٹر میں ہوتے تھے بہرکیف میں اس بات سے پورا اتفاق کرتا ہوں کہ عوام کی بہتر سے بہتر خدمت کے لئے ہمیں زیادہ محنت اور لگن سے کام کرنا چاہیئے

سوال:۔ کیا آپ کے خیال میں بنک ملازمین کو دیگر صنعتی اداروں اور کارپوریشنوں کے ملازمین کے مقابلے میں کم اجرتیں اور سہولتیں ملتی ہیں۔؟

جواب:۔ ملک بھر کے تمام اداروں کی تو میں بات نہیں کرتا مگر بہت سے صنعتی اداروں اور کارپوریشنوں کے ملازمین کے مقابلے میں ہمیں پیچھے رکھا گیا ہے حالانکہ ان اداروں کا سالانہ منافع بنکوں کے مجموعی منافع کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے پھر یہ کہ ہماری یہ خواہش بالکل فطری ہے کہ ہماری اجرتیں ہمارے کمائے ہوئے منافع اور مہنگائی کے تناسب سے ہونی چاہیئے۔

سوال:۔ اجرتوں کے صحیح طور پر تعین کے لیئے آپ کیا طریقہ کار تجویز کرتے ہیں۔

جواب:۔ اجرتوں کے تعین کے لیئے حکومت کو ایک کم از کم "معیار قومی سطح پر" نئے تقاضوں کیمطابق مقرر کرنا چاہیئے۔ اور اس کے بعد ملازمین کو یہ حق ملنا چاہیئے کہ وہ حق اجتماعی سودا کاری کے غیر مشروط استعمال کے ذریعہ اپنے اداروں کی پیداواری صلاحیت اور منافع کو مدنظر رکھتے ہوئے بہتر سے بہتر اجرتیں مقرر کرا سکیں۔

شاہ تاج شوگر ملز مکر کی چال

یونین نے ۲۰ نکاتی مطالبات پیش کر دیئے

منڈی بہاؤالدین

میاں محمد شریف زاہد

شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین کی سی بی اے لیبر اینڈ اسٹاف یونین نے گزشتہ دنوں جب اپنے اٹھارہ مطالبات انتظامیہ کے سامنے پیش کئے تو انتظامیہ نے اپنی ازلی بدروش اور مزدور دشمن کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوابی ریمانڈ نوٹس لیبر اینڈ اسٹاف یونین کو دے دیا۔ یہ نوٹس ۲۰ نکات پر مشتمل تھا جس میں اپیل کی گئی تھی کہ

مل کی مالی پوزیشن کمزور ہے اس لئے آج تک جو بھی سہولیات دی گئی ہیں وہ واپس کی جائیں لیکن لیبر اینڈ سٹاف یونین اور شاہ تاج شوگر ملز کے محنت کشوں نے انتظامیہ کی اس مکر کی چال کو بھانپ لیا۔ گیٹ میٹنگوں۔ اجلاسوں میں انتظامیہ کے اس شاطرانہ اقدام کی شدید مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ جوابی ڈیمانڈ نوٹس واپس لیا جائے بالآخر محنت کشوں کے عظیم اتحاد اور جدوجہد کی بدولت ملز انتظامیہ کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور محنت کشوں کی عظمت اور قوت کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جوابی ڈیمانڈ نوٹس سول انتظامیہ منڈی بہاؤالدین کی موجودگی میں واپس لینا پڑا۔

ملز انتظامیہ کی غیر منصوبہ بندی کی وجہ سے شاہ تاج شوگر ملز پروگرام کے مطابق نہیں چل سکی گذشتہ کئی سالوں سے مل یکم نومبر سے ہر صورت میں چالو ہو جایا کرتی تھی لیکن اس سال دو ہفتے لیٹ مل چالو کرنے کا اعلان کیا گیا اس کے باوجود مل وقت مقررہ پر نہ چل سکی پروگرام کے مطابق مل نے سیزن ۷۹-۱۹۷۸ء کا آغاز ۱۴ نومبر شام چار بجے سے کرنا تھا لیکن مشینری کی خرابی اور ان لوڈ کرنے والی لیبر ٹھیکیدار اور ٹرکوں کے ٹھیکیدار بھی وقت پر نہ پہنچ سکے جس کی وجہ سے کاشتکاروں اور کسانوں کو کافی وقت کا سامنا کرنا پڑا اور چار روز تک یارڈ میں کچھ ٹرالیاں اور ٹرک لوڈ کھڑے رہے اور کھیتوں میں گنا چھیلا ہوا سوکھتا رہا۔ انجمن کاشتکاران پنجاب کے نائب صدر چوہدری محمد اقبال جاڑا ایڈووکیٹ، پاکستان کسان تنظیم کے صدر چوہدری محمد نواز ایڈووکیٹ۔ جنرل سیکرٹری چوہدری غلام علی ساہی ایڈووکیٹ۔ تحصیل پھالیہ کے صدر چوہدری محمد عنایت ولوآنہ نے ملز انتظامیہ کی غیر منصوبہ بندی پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کسانوں کے گنے کا پورا معاوضہ دیا جائے اور لوڈ ٹرکوں اور ٹرالیوں کا کرایہ بھی ملز انتظامیہ ادا کرے اور مزدوروں کے مطالبات تسلیم کرے علاقہ کی بائیں ٹریڈ یونینز نے بھی مطالبات کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین کی یونین نے جن جائز حقوق کا اپنے نوٹس میں مطالبہ کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پیداوار کی رفتار کی بنیاد پر بونس ادا کیا جائے۔

مہنگائی الاؤنس تنخواہ میں شامل کیا جائے۔ سائیکل، بجلی ایندھن، فرنیچر اور حاضری الاؤنس دیا جائے، چھٹی کی منظوری پر حاضری الاؤنس نہ کاٹا جائے، ہر مزدور کی تنخواہ میں ساٹھ فیصد اضافہ کیا جائے، تمام گریڈ نئے سرے سے بنائے جائیں۔ پراونڈنٹ فنڈ ۲۰ فیصد کاٹا جائے۔ سینیارٹی کی بنیاد پر ترقیاں دی جائیں۔ چپراسیوں، کلرکوں، چوکیداروں کے تمام حقوق کا احاطہ کرتے ہوئے کئی مطالبات اس نوٹس میں شامل کئے گئے ہیں اور ۱۹۷۲ء سے برطرف کئے جانے والے تمام مزدوروں کو بحال کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ ●

ورکرز کمیٹی سامراجی مداخلت کے خلاف

جدوجہد میں بھرپور حصہ لے گی

نمائندہ شبنم

۱۷ نومبر کو ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی سے ملحقہ یونینوں کے عہدیداران کا ایک اجلاس مزدور رہنما محمود بابر کی زیر صدارت دفتر ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی چوک نواں شہر ملتان منعقد ہوا۔ ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی ملتان کے جنرل سیکرٹری غیاث الدین نے ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی پاکستان کی پہلی کل پاکستان قومی کانفرنس مورخہ ۲۸ اکتوبر کی مکمل روئیداد سنائی اور اس عزم کا اظہار کیا کہ کانفرنس کے فیصلوں کی مکمل پابندی کرتے ہوئے ملتان کے ساتھی بھی وطن عزیز میں امریکی سامراجی مداخلت اور سوشل سامراجی سازشوں کے خلاف جمہوری حقوق کی بحالی پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس سمیت تمام کالے قوانین کی منسوخی، چھانٹیوں، تالہ بندیوں، کسانوں کی بے دخلیوں کے خاتمے کے لئے سیاسی قیدیوں، مزدوروں، طالب علموں اور کسانوں کی رہائی اور جاگیردارانہ نظام کی مکمل منسوخی اور عوامی جمہوریت کے نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کریں گے اور اس سلسلہ میں دیگر افراد اور اداروں سے تعاون کریں گے اجلاس میں متعدد قراردادیں منظور کی گئیں۔

سوشل سیکورٹی ملتان کے زونل ڈائریکٹر کرنل اختر کی مبینہ دھاندلیوں، مریض دشمن کارروائیوں، ہزاروں روپوں کے غبن۔ دواخانوں میں ادویات کی مکمل نایابی، مزدوروں کے واجبات کی ادائیگی سے انکار اور ایمبولینسوں کو ذاتی استعمال میں رکھنے کی کارروائیوں کی سخت اور پرزور مذمت کی گئی اور اس بات پر شدید احتجاج کیا گیا کہ کرنل اختر مزدوروں اور مزدور نمائندوں کو قید اور کوڑوں کی سزائیں دلانے کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں۔ مطالبہ کیا گیا کہ کرنل اختر کو معطل کر کے ان کے خلاف تحقیقات کر کے انہیں سزا دی جائے! اور سوشل سیکورٹی ملتان کے حالات درست کئے جائیں۔

ایک قرارداد کے ذریعے معاوضہ کمشنز اور لیبر عدالتوں کے ایک ہزار فیصلوں پر صنعتی و تجارتی اداروں کی طرف سے عمل درآمد سے گریز اور سینکڑوں بیوگان یتامیٰ اور ضعیفوں کی کسمپرسی اور مزدوروں کی بحالیٔ ملازمت سے محرومی پر افسوس کا اظہار کیا گیا اور حکومت سے فیصلوں پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا گیا۔

ایک قرارداد کے ذریعے گل محمد خان اینڈ سنز میں معاہدے کے باوجود بونس اور حقوق کی ادائیگی سے

اسکار اور مزدوروں کی تالہ بندی پر احتجاج کیا گیا۔ بونس اور حقوق کی ادائیگی اور مزدوروں کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا

ایک قرارداد کے ذریعہ کالونی ملز اور کالونی ملز ۲ ملتان کاٹن انڈسٹریز میں تقسیم ہونے والے بونس سے حساب لینے والے ہزاروں مزدوروں کو محروم رکھنے کی مذمت کی گئی اور مستحق مزدوروں کو بونس ادا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

جعفر خان کو رہا کیا جائے

ریلوے ملازمین انقلابی یونین رجسٹرڈ کے صدر شیخ عبدالغفار اور آرگنائزنگ سیکریٹری سیف الرحمٰن نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ صدر مرکزی ریلوے انقلابی یونین جعفر خان کو رہا کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جعفر خان کا صرف اتنا قصور ہے کہ وہ نیشنلسٹ اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کی طرف سے دی گئی افطار پارٹی میں گئے تھے جو جناب معراج محمد خاں صاحب، جناب رسول بخش پلیجو، جناب علی باور وغیرہ کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ جعفر خاں کو گرفتار کیا جاتا جبکہ ایف آئی آر میں کہیں بھی جعفر خاں کی تقریر کا ذکر نہیں اس کے باوجود جعفر خاں پر مارشل لاء کا ضابطہ ۱۳ اور ایم پی او ۱۶ لگا دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سرخ پرچم مزدور محاذ کے صدر جناب جعفر خاں اور مزدور مجلس عمل کے نائب صدر بشیر ظفر، پنڈی کے مزدور رہنما لقمان مرزا۔ ریلوے انقلابی یونین کے کارکن محمود الحسن بٹ، شوگر ملز ایسوسی ایشن کے شوکت نیازی واہ آرڈیننس ایسوسی ایشن کے صدر جناب غفار خاں اور دیگر تمام مزدور لیڈروں کو رہا کیا جائے اور ان کے خلاف مارشل لاء کے تحت مقدمات ختم کئے جائیں۔

انہوں نے کہا کہ مزدوروں کی گرفتاریوں کی وجہ سے مزدوروں میں اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے ریلوے مزدوروں کے دیگر مطالبات جلد حل کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ریلوے مزدوروں کو واپڈا پی آئی اے۔ بنک ملازمین اور انشورنس کمپنیوں کے ملازمین کے مساوی تنخواہیں دی جائیں۔ موجودہ مہنگائی کے تناسب سے مہنگائی الاؤنس دیا جائے۔ واپڈا کی طرح ریلوے ملازمین کو بھی پچاس فیصدی کوارٹر الاؤنس دیا جائے فیملی میڈیکل الاؤنس دیا جائے۔

ریلوے ورکشاپ مغلپورہ کے حکام جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ کے رکن ہیں!

وزیر ریلوے کے گھیراؤ سے انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے

پاکستان ریلوے فرنٹ

پاکستان ریلوے ورکرز فرنٹ کے جنرل سیکریٹری جناب محمد اقبال اعوان کو ۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو عید سے عین ایک دن پہلے ریلوے انتظامیہ نے بغیر کسی معقول وجہ اور قانونی تقاضے پورے کئے ملازمت سے برطرف کر دیا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل ۲ اگست کو انتظامیہ نے مسٹر اقبال اعوان کو شوکاز نوٹس جاری کیا تھا کہ تم اخبار میں بیان جاری کرنے کے مجاز نہیں ہو۔ یہ بیان ریلوے انتظامیہ اور اس کی پٹھوؤں کی دھاندلیوں اور ریلوے میٹریل کی چوری کے متعلق تھا جس میں بعض افراد کی نشاندہی بھی کی گئی تھی اور مطالبہ کیا گیا تھا کہ ان افسران کے خلاف کھلی انکوائری کرائی جائے۔ ریلوے انتظامیہ کے فرعون صفت افسران اس صحیح مطالبہ کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ اس سے قبل ریلوے موٹر ڈرائیور کمیٹی ملحقہ پاکستان ریلوے ورکرز فرنٹ کے صدر جناب رحمت اللہ کو بھی انہی مطالبات کے اٹھانے پر ایک بوگس شوکاز نوٹس جاری کیا گیا تھا اور پھر انکوائری کرا کے انہیں برطرف کر دیا گیا تھا۔

اب ریلوے انتظامیہ نے پاکستان ریلوے ورکرز فرنٹ کے رابطہ سیکریٹری جناب محمد اسمٰعیل کو بے بنیاد الزامات پر مشتمل شوکاز نوٹس جاری کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تم نے ۸، ۹، ۱۰ کو ورکشاپ کے اندر محمد اقبال اعوان جنرل سیکریٹری ریلوے ورکرز فرنٹ اور رحمت اللہ صدر ریلوے موٹر ڈرائیورز کمیٹی کی بحالی کے متعلق نعرے تحریر کئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے ۸، ۹، ۱۰ کو مسٹر محمد اسمٰعیل چھٹی پر لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے مگر انتظامیہ ہر حال میں انتقام لینا چاہتی ہے اور وہ دیوانوں کی طرح حملے کر رہی ہے اس صورت سے متعلق مارشل لاء حکام، حکومتی عہدیداروں اور ریلوے کے اعلیٰ عہدیداروں کو درجنوں خطوط لکھے گئے مگر تا حال انتظامیہ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی اور مستقبل قریب میں کارروائی کے امکانات بھی نہیں ہیں کیونکہ ریلوے ورکشاپ مغلپورہ کے حکام جماعتِ اسلامی اور مسلم لیگ وغیرہ کے باقاعدہ رکن ہیں اور یہ دونوں پارٹیاں بہر حال حکمران پارٹیاں ہیں اور پاکستان میں برسراقتدار پارٹیوں کے خلاف انصاف مہیا کرنے کی روایت نہیں ہے۔

پاکستان ریلوے ورکرز فرنٹ نے ہمیشہ ریلوے مزدوروں کے مفاد اور مطالبات کے حل کے لئے جدوجہد کی ہے اور کبھی بھی سودے بازی یا مصلحت پسندی کا راستہ اختیار نہیں کیا اس لئے ورکرز فرنٹ کے عہدیداروں کے خلاف ہمیشہ انتقامی کارروائیاں ہوتی رہی ہیں۔ ماضی میں یعنی جنوری ۱۹۷۵ء میں ریلوے ورکرز فرنٹ کے، عہدیداروں اور کارکنوں کے خلاف کیس بنے ساتھی جیلوں میں ٹھونسے گئے اور ملازمتوں سے برطرف و معطل ہوئے اور آج بھی جب ملک پر نظام مصطفےٰ کا نام لینے والے مسلط ہیں اور محنت کا معاوضہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کی حدیث بیان کرتے نہیں تھکتے۔ انہی حضرات کے ایماء پر یہ کارروائیاں ہوئی ہیں کہ ۱۸ اگست کو ریلوے ورکرز فرنٹ نے محمد خان جونیجو ریلوے منسٹر کا ریلوے کیرج اینڈ ویگن شاپ میں گھیراؤ کر کے ریلوے مزدوروں کے مطالبات پر بات کی تھی اور یہ بات ریلوے انتظامیہ اور ان کے سرپرستوں کو بھلی نہ لگی تھی لہٰذا باقاعدہ دھمکیاں دی گئیں کہ اب ملازمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھو؟ اور دھمکی کے چند ہی دن بعد یکے بعد دیگرے دو عہدیداروں کی برطرفی عمل میں آ گئی۔ ریلوے انتظامیہ کا یہ سوچنا کہ وہ انتقامی کارروائیوں سے مزدوروں کو ان کی راہ سے روک سکتی ہے عبث ہے کیونکہ مزدوروں کے پاس تو پہلے ہی کچھ نہیں ہوتا جو کہ چھن جانے کا خوف ان کا دامن گیر ہو جائے۔ اس لئے پاکستان ریلوے ورکرز فرنٹ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ بدعنوان افسران جن کی نشاندہی ہفت روزہ الفتح مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۸ء اور ان خطوط میں جو کہ ریلوے اور مارشل لاء کے اعلیٰ حکام کو لکھے گئے تھے کے خلاف کھلی انکوائری کرائی جائے اور مجرمان کو سخت سزا دی جائے اور شوکاز نوٹس۔ انتقامی کارروائیاں فی الفور بند کی جائیں نیز برطرف شدہ رہنماؤں کو ملازمتوں پر بحال کیا جائے۔ ریلوے ورکشاپس میں ریفرنڈم کرایا جائے۔

سید نذیر گیلانی

آزاد کشمیر کی پالیسی سی آئی ڈی کے سپاہی بناتے ہیں

سیاستدانوں پر ہیوی رولر چلنے والا ہے — !

آزاد کشمیر میں سیاست کاری کے لئے ابھی لائیٹ (ہلکا) رولر چلایا جارہا ہے۔ عوامی نمائندوں کی ایک کھیپ نااہل قرار پائی اور اندیشہ ہے کہ سیاسی پچ پر ہیوی (بھاری) رولر بھی چلایا جائے۔ اگر واقعی موجودہ ماحول میں ہی پچ پر بھاری رولر چلایا گیا تو بہتوں کے لئے ممکنہ سیاسی بیٹنگ ناممکن ہو جائے گی۔ فی الحال سردار ابراہیم ایک ایسے مرحلے پر کلین بولڈ ہوئے جبکہ وہ کھیل پر بھاری نظر آرہے تھے اور ہر بال پہ ایک دو رن بڑی آسانی سے بناتے نظر آتے تھے۔ اس سیاسی سکور میں چوکوں اور چھکوں کا بھی کوئی حساب نہیں۔ سردار ابراہیم نے سردار محمد حیات خاں کے ساتھ مل کر آزاد کشمیر کی سیاسی پچ پر ایک نئے ریکارڈ کی امید باندھی تھی مگر دیکھتے ہی دیکھتے ان کی وکٹ اکھڑ گئی۔ اور ادھر وکٹ اکھڑی اور ادھر بریگیڈیئر محمد حیات خاں نے انہیں آوٹ کر دیا۔ شہادت میں جو انگلی سب سے پہلے کھڑی ہوئی وہ بریگیڈیئر حیات کی تھی۔ اس لئے سردار ابراہیم کے آوٹ ہونے میں کسی اعتراض کی گنجائش ممکن نہیں رہی کیونکہ جب شہادت میں اپنی ہی انگلی اشارہ کرے تو عذر چہ معنی دارد؟ یوں بھی سردار صاحب ملکہ الزبتھ کی طرح تاج پہنتے ہی رہے اور اب انہیں بے تاج چین نہیں آتا۔ پیٹ میں مروڑ آتے ہیں اور یہی سیاسی مروڑ تھے کہ انٹر کانٹی نینٹل راولپنڈی میں بھٹو صاحب سے رشتۂ وفا و ایثار باندھا مگر مروڑ جب ایک بار پڑیں تو ان کی انتہا بھی عجیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھٹو صاحب کے جانے کے بعد بھی ابراہیم صاحب صدارت سے شہد کی مکھی کی طرح چپکے رہے اور ان کا یہ ایثار ایک سیاسی ایثار ثابت ہوا۔ بھٹو صاحب کے زوال کی بڑی اور اہم وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ایسے لوگوں سے سیاسی رشتہ جوڑا جو پیدا ہی ہوئے ہیں رشتوں کی توہین اور تذلیل کے لئے۔ اگر پاکستان کی موجودہ قیادت سردار ابراہیم کو برطرف نہ کرتی تو اسے اپنے لئے نیا سیاسی کعبہ تسلیم کرنے میں انہیں کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ اقتدار کے لئے اگر ابراہیم خاں کو سومنات کا بھی رخ کرنا پڑے تب بھی جوانی نظر آئے گی چال میں۔ اپنی برطرفی کے بعد سیاسی ناچ ناچنے کی ابتداء اگرچہ ایک پریس کانفرنس سے کی۔ اس میں ایک وقار ایک دکھ اور ایک شکایت تھی مگر بدقسمتی سے اب وہ آہستہ آہستہ ایک طرف بڑی سرکار سے ناراض نظر آتے ہیں اور دوسری جانب آزاد کشمیر میں مہاجرین کو ایک قسم کی اقلیت قرار دے بیٹھے۔ اسلام آباد کے ایک ہفت روزہ کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:

سوال :- مولانا باری کی سیاسی حیثیت کیا ہے؟

جواب : "امیر جماعت اسلامی ہیں۔ وہ تو مجھے بھی معلوم ہے لیکن — وہ آزاد کشمیر کے باشندے ہی نہیں۔ سری نگر کے مہاجر ہیں اور آزاد کشمیر سے سرینگر کے بیشتر مہاجر سرینگر واپس جا چکے ہیں۔ مقامی لوگوں میں ان کا اثر نہیں۔ بجز زندگی"۔ ان کے کاز کو نقصان پہنچا رہا ہے اس کا رویہ کشمیر کی قیادت کے بارے میں معاندانہ ہے"۔

جماعت اسلامی آزاد کشمیر سے اختلاف ایک سیاستدان کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس جماعت سے اتفاق یا اختلاف ہر سیاسی جماعت کا اپنا تشخص بحال رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بے نقاب کرنا ایک سیاسی عمل ہی نہیں بلکہ بہتر سیاسی نتائج کے لئے بہت لازم ہے۔ نظریاتی اختلاف آزادئ اظہار کی صحت کا ترجمان ہے۔ بدقسمتی سے سردار ابراہیم نے سیاسی رسالت سے ہٹ کر ایک تعصب اور تعجب کو ہوا دی انہوں نے اخلاقی حدود کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سری نگر کے کشمیری کو آزاد کشمیر میں غیر ملکی قرار دیا۔ اور ایک طرح آزاد کشمیر کی سیاست پہ اپنا حق ملکیت جتایا۔ سردار ابراہیم کو بھی کشمیر کی آزادی سے دلچسپی نہیں رہی بلکہ یہ اتفاق تھا کہ تحریک الحاق پاکستان کی ابتداء ان کے گھر سے ہوئی۔ اگر اس کی ابتداء کسی اور کے ہاں سے ہوئی ہوتی تو آج اہل کشمیر اپنی جدوجہد میں کامیاب ہوتے۔ وقت نے ثابت کر دیا کہ سردار ابراہیم اقتدار کی خاطر سوائے اپنی ذات کے باقی سب کچھ داؤ پہ لگا سکتے ہیں۔ پھر انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے اعتراف کیا کہ یہ لوگ مہاجر ہیں اور ان کا مقامی لوگوں میں کوئی اثر نہیں اور اکثر مہاجر واپس چلے گئے۔ یہ اعتراف اس بات کی مکمل دلیل ہے کہ اس قسم کے لوگ کشمیر کی موجودہ تقسیم کو برقرار رکھنے کی خفیہ سازشوں میں مست ہیں کیونکہ اگر کشمیر کے دونوں حصے مل جائیں تو سردار ابراہیم اپنا نقاب زیادہ دیر تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔ ظاہر ہے کہ مسئلہ کشمیر کی اصل روح مہاجرین کشمیر ہیں۔ یہ مہاجر قطعاً نہیں کیونکہ آزاد کشمیر، جموں و کشمیر کا ایک حصہ ہے لہٰذا سردار ابراہیم کی یہ تازہ تحریک اور حرکت قابل مذمت ہے اگر ہم وادی اور آزاد کشمیر کو جدا تصور کریں تو مقبوضہ کشمیر کے عوام تحریک آزادی میں ہمارا ساتھ کیوں دیں؟ اس بات سے ثابت ہوا کہ سردار ابراہیم برانڈ کے لوگ ہی اصل دشمن ہیں جنہوں نے آج تک پاکستان کی حکومت سے اقتدار کے سوا اور کچھ نہ مانگا۔ اب اقتدار سے الگ ہو کر انہیں احساس ہوا ہے کہ وزارت امور کشمیر کے کلرک آزاد کشمیر پر حکمرانی کرتے ہیں لیکن ان کلرکوں کی حوصلہ افزائی اور تابعداری کا جرم بھی تو ان سے ہی سرزد ہوا۔ بلکہ اپنی کرسی کی خاطر ساری کشمیری قوم کو کلرکوں کی جھولی میں انگور کے گچھے کی طرح ڈال دیا۔

کرنل تصدق حسین

سردار محمد عبدالقیوم خاں نے بھی اسی ہفت روزہ کے اس شمارے میں چند سچی باتوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سیاست کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا کہ شیخ عبداللہؒ کی منتخب حکومت کے مقابلے آزاد کشمیر میں ایک غیر منتخب اور نااہل حکومت مسلط ہے اور تنخواہ دار ملازم کبھی حکومت نہیں چلا سکتے۔ اگر موجودہ صورتحال مزید برقرار رہی تو نظریۂ الحاق پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی یعنی موجودہ غیر یقینی فضا میں بحران اپنی شدت کو پہنچ کر بے قابو طوفان بن جائے گا۔ سردار صاحب نے آزاد کشمیر کے ایک بھیانک اور بہے ناسور کی نشاندہی کی۔ انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا کہ آزاد کشمیر کی پالیسی پاکستان کے اعلےٰ حکمران نہیں بناتے بلکہ یہ پالیسی صرف سی آئی ڈی کے کسی کانسٹیبل کے تجزیے کی روشنی میں مرتب کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ ایک میٹرک پاس یا بعض صورتوں میں اس سے بھی کم تعلیم یافتہ کانسٹیبل کی رپورٹ پر ہمارے بارے میں جو اقدامات کئے جاتے ہیں وہ درست نہیں ہو سکتے۔

سردار محمد ابراہیم اور سردار محمد عبدالقیوم خاں دو متضاد شخصیات ہیں۔ سردار ابراہیم کو اپنی پارٹی بنانے اور پھر اسے چوہدری نور حسین کے ہاتھوں فروخت کرنے کا تجربہ ہے پارٹی سے بے وفائی، اقتدار کے لئے ادغام ان کی پرانی عادت ہے۔ اس کے برعکس سردار عبدالقیوم نڈر، سیاسی اصول اور سیاسی عمل میں پختہ عزم ثابت ہوئے ہیں۔ آزاد کشمیر کے موجودہ سیاستدانوں کی صف میں ان کی شخصیت کا سکہ اور رعب ان کی ثابت قدمی کی وجہ سے قائم ہے۔ وہ سیاسی یوگا اور عمل میں اتنے آگے چلے گئے ہیں جہاں غیر ذمہ دار بیانات کی بہت کم گنجائش رہتی ہے۔ سردار عبدالقیوم کا سیاسیات میں اختیار کا ایک الگ انداز ہے۔ چند ایک اہم معاملات میں ان سے سیاسی [illegible] نے بارہا اختلاف کیا لیکن وہ خود کو ہمیشہ کشمیری سمجھتے ہیں اور شاید ان کی مقبولیت کی یہی بڑی وجہ ہے۔

ادھر آزاد کشمیر میں جموں و کشمیر تحریک استقلال چپکے چپکے میدان مارتی نظر آتی ہے۔ تحریک استقلال ضلع راولپنڈی کے صدر اور مرکزی مجلس عاملہ کے رکن الحاج کرنل ریٹائرڈ تصدق حسین خان نے پچھلے دنوں مظفر آباد کا دو روزہ دورہ کیا۔ یہ دورہ تنظیمی اعتبار سے نہایت ہی کامیاب رہا۔ الحاج کرنل تصدق حسین نے مظفر آباد کی سرد فضا میں سیاسی تحریک سے ایک نئی حرارت پیدا کی۔ آزاد کشمیر کی گزشتہ تیس سالہ سیاست سے عوام بے زار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تحریک استقلال کے قیام کو یہاں کافی اہمیت دی جا رہی ہے۔ کرنل تصدق حسین کے خمیر میں چنار کی آگ ہے اور عام خیال ہے کہ وہ تحریک استقلال کو اس علاقے کی مقبول اور فعال جماعت بنانے میں اہم رول ادا کریں گے۔ ذاتی صلاحیتوں اور نرم مزاجی کی وجہ سے پاکستان کے علاوہ کرنل تصدق حسین، آزاد کشمیر میں کافی ہر دلعزیز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دورۂ مظفر آباد کے بعد راولپنڈی میں ایک نئی صورتحال پیدا ہو گئی ہے اور عنقریب راولپنڈی میں مقیم کشمیریوں کی ایک بھاری اکثریت تحریک استقلال میں شمولیت کا اعلان کرے گی۔ ان میں بے شمار پرانی تجربہ کار سیاسی شخصیات اور عام لوگ ہیں۔ کشمیری مہاجرین کا تحریک استقلال کی طرف جھکاؤ ایک خاص سیاسی سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ اول تو اسمیں کرنل تصدق حسین کی ذاتی صلاحیت کا بھی کافی عمل دخل ہے۔ دوم کشمیری مہاجرین کو آج تک ووٹ حاصل کرنے کی منڈیاں سمجھا گیا۔ گزشتہ اکتیس سال سے یہ لوگ فریب اور ریاکاری کا شکار رہے ہیں اب اس نئی تبدیلی سے سابقہ سیاست کی مکمل تردید اور نفی ہوتی ہے۔ عوام ایک تبدیلی کے لیے اپنی سوچ کے دریچے کھول رہے ہیں بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ اب مہاجرین کشمیر نے حزب اختلاف کا رول ادا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اگر تحریک استقلال نے آزاد کشمیر کے علاوہ پاکستان میں مقیم کشمیری مہاجرین کی نئی نسل کو اپیل کیا اور اپنا سیاسی ڈھانچہ سائنسی بنیادوں پر ترتیب دیا تو یہاں کی سیاست ایک اہم موڑ میں داخل ہو گی۔ انسان ہمیشہ تبدیلی کا خواہشمند رہا ہے۔ تحریک استقلال اس علاقے میں ایک نئی جماعت ہو گی۔ ہر نئی چیز قابل اعتبار سمجھی جاتی ہے۔ اگر تحریک استقلال کے قائدین نے صحیح حکمت عملی کا مظاہرہ کیا تو یہ جماعت کافی میدان مار سکتا ہے۔ فی الحال آئندہ چند دن میں تحریک استقلال میں بھاری تعداد میں شمولیت کے اعلان کا مکمل سہرا الحاج کرنل ریٹائرڈ تصدق حسین خان کے سر ہو گا۔

تحریک آزادیٔ کشمیر کے لئے

مقبول کی قربانی

مشعل راہ کا کام دے گی

۲۴ اکتوبر کو دنیا یوم تاسیس اقوام متحدہ منا رہی تھی اور اہل کشمیر یوم آزادی کی ۳۱ ویں سالگرہ منا رہے تھے۔ یکایک ملک کے اخبارات میں ایک ناخوشگوار خبر چھپی جس میں بھارت کے نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار حکمرانوں نے یوم اقوام متحدہ کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے مشہور کشمیری حریت پسند مقبول احمد بٹ کی سزائے موت کے خلاف کی جانے والی آخری اپیل بھی مسترد کر دی ہے اگرچہ اس خبر کو پاکستانی ذرائع ابلاغ نے چنداں اہمیت نہ دی پھر بھی یہ ناخوشگوار خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی یعنی یوم آزادی یوم سیاہ میں بدل گیا۔ کشمیری نوجوانوں نے اپنے محدود وسائل اور نامساعد حالات کے باوجود اپنے قائد کی رہائی کے لئے صدائے احتجاج بلند کی حتیٰ کہ نوبت مظاہرے اور جلسے جلوسوں تک بھی پہنچی۔ مظاہرین کا اولین مطالبہ حکومت پاکستان اور دیگر قومی لیڈروں سے یہی تھا کہ مقبول بٹ کی رہائی کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں کیونکہ مقبول بٹ معاہدہ شملہ کے مطابق پاکستانی شہری اور پاکستانی صحافی انجمن کا باقاعدہ ممبر ہے احتجاج کا سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا لیکن نہ حکومت ٹس سے مس ہوئی نہ قومی رہنماؤں کے کانوں پر جوں رینگی۔ ادھر دھیرے دھیرے اس عظیم انسان کی موت کے لمحات بھی قریب سے قریب تر آتے گئے۔

اگرچہ مقبول بٹ کی رہائی کے لئے قومی محاذ آزادی کے ممتاز رہنما جناب امان اللہ خاں انٹرنیشنل سطح پر کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ عالمی برادری اس اہم معاملے کی جانب متوجہ ہو گی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی خاموشی بذات خود پاکستان کے لئے کہاں تک سودمند ثابت ہو گی۔ سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ مقبول بٹ کا تعلق ایک ایسے خطے سے ہے جہاں کے لوگوں کو اپنی آزادی کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کا قانونی حق حاصل ہے جس کو دنیا تسلیم کرتی ہے بلکہ اقوام متحدہ نے حال ہی میں کشمیر کو ان علاقوں میں شامل کیا ہے جن کو ابھی تک حق خود ارادیت استعمال کرنے

مقبول بٹ کی سزائے موت پر خاموشی کیوں؟

کا موقع نہیں ملا ہے غالباً بھارت کا یہ طرزِ عمل اقوام متحدہ کے حالیہ فیصلے کو غیر مؤثر ثابت کرنے کے لئے ہے اس سے قبل کشمیر میں جب بھی کسی لیڈر کی گرفتاری عمل میں آئی پاکستان نے باقاعدہ احتجاج کیا اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان عالمی اداروں میں سرخرو بھی ہوتا رہا ہے لیکن ایک عرصے سے پاکستان کی بلاوجہ خاموشی یقیناً مسئلہ کشمیر سے متعلق پاکستانی مؤقف کو کمزور کر دے گا جس کی واضح مثال شاہراہ قراقرم کی تعمیر پر بھارت کا واویلا سلال ڈیم کی تعمیر اور پاکستان کے ایک شہری کی سزائے موت پر پاکستان کی خاموشی ہے۔

اب میں پاکستانی رہنماؤں سے چند سوالات کے جواب پوچھنے کی جسارت کروں گا۔

۱۔ کیا مقبول احمد بٹ کی سزائے موت بھارت کا اندرونی معاملہ ہے۔

۲۔ کیا مقبول بٹ کی سزائے موت پر آپ کی خاموشی سے مقبوضہ کشمیر کے عوام کی حوصلہ افزائی ہوگی یا حوصلہ شکنی۔

۳۔ کل عالمی برادری میں کشمیر کی آزادی کے سلسلے میں آپ کا طرزِ عمل کیا ہوگا۔ کیا آپ سے لوگ یہ سوال نہیں کریں گے کہ آپ نے آزادی کے متوالوں کی سزائے موت کے خلاف کیا اقدام کیا ہے۔

ایک طرف شیخ عبداللہ اور دیگر پاکستان نواز لیڈر اب رائے شماری سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ دوسری جانب مقبول احمد بٹ رائے شماری کا مطالبہ کر رہے تو کیا یہ پاکستانی مؤقف کی ترجمانی نہیں ہے۔ ان تمام تر حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مقبول احمد بٹ پاکستان کی حمایت کا مستحق نہیں تھا۔ یقیناً ان حالات کا تجزیہ کرنے کے باوجود بھی اگر پاکستان خاموش رہا تو مستقبل قریب میں مقبول بٹ کی موت پاکستان کے لئے مسئلہ کشمیر سے دستبرداری کا سرٹیفکیٹ فراہم کرے گی۔

خدانخواستہ اگر آپ کی خاموشی سے مقبول بٹ کو پھانسی ہوگئی تو اس کا اثر صرف کشمیر کی تحریک آزادی پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ دنیا میں چلنے والی آزادی کی تحریکیں بھی متاثر ہوں گی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان دیگر ملکوں کی تو بڑی کھل کر حمایت کرتا ہے لیکن کشمیری جن کا جینا مرنا پاکستان کے ساتھ ہے ان سے پاکستان کا رویہ ہمیشہ افسوسناک رہا ہے آج اگر فلسطین کا کوئی لیڈر اسرائیل میں گرفتار ہو جاتے یا اور دیگر کسی ملک میں اس قسم کا واقعہ رونما ہو جائے تو پاکستان بھی خاموش نہیں رہے گا لیکن ہم حکومت پر اور دیگر رہنماؤں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مقبول بٹ کی موت کے بعد بھی ہماری تحریک جاری رہے گی لیکن کم سے کم وقتی طور پر آپ کا احتجاج مستقبل قریب میں آپ کے لئے سودمند ہوتا۔ رہا مسئلہ کشمیری لیڈروں کی خاموشی کا تو ہمارے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ممکن ہے پاکستانی عوام ان کی حقیقت سے واقف نہ ہوں لیکن کشمیری عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ کشمیر کے دونوں حصوں میں حکومت کرنے والے لیڈر نہ کشمیر کی آزادی کے حامی ہیں اور نہ ہی کشمیریوں کے غمخوار ہیں۔ ان کو دولت اور شہرت سے محبت ہے اور عرصہ ۳۶ سال سے حکومت پاکستان اور حکومت بھارت سے سانٹھ گانٹھ کر کے مظلوم کشمیریوں کا خون چوستے رہے ہیں ہم اگر ان لیڈروں کو پاکستان اور بھارت کا نامزد کردہ ایجنٹ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مقبول بٹ جیسے بے لوث اور بے خوف انسان کی مقبولیت سے یہ لوگ بوکھلا گئے تھے اور ان کو اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا تھا اس لئے اللہ اللہ کر کے اس کا کام ہوا اب تو وہ گھی کے چراغ جلا رہے ہیں لیکن ہم ان حضرات پر بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آپ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ مقبول بٹ کی موت کے بعد آپ پھر آرام سے اقتدار پر قابض ہو کر غریبوں کو لوٹتے رہیں گے بلکہ بٹ کی موت کے بعد تاریخ آزادی کشمیر کا ایک المناک باب شروع ہونے والا ہے جس کا سامنا کرنے کیلئے آپ تیار ہو جائیں آپ کو ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا اور تحریکِ آزادی کشمیر سے غداری کی سزا بھگتنی ہوگی۔ کشمیری نوجوانوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اپنے اس عظیم رہنما کی شہادت کو مشعلِ راہ سمجھ کر آزادی کی جنگ جاری رکھیں گے یہ جاہ پسند مقبول بٹ کی موت کو اپنی حیات نہ سمجھیں بلکہ آپ کی تاریخ کا بھی یہاں ہی سے تاریک ترین دور شروع ہونے والا ہے۔

سیالکوٹ

کم از کم تنخواہ

ایک تولہ سونا ماہوار

اقبال شیخ

مزدور کسان پارٹی سیالکوٹ کا اجلاس زیر صدارت اقبال شیخ ہوا جس میں پارٹی کارکنوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ملکی صورتحال پر تفصیل سے بحث کی گئی، حال ہی میں جنرل ضیاء الحق نے فیصل آباد میں پریس کانفرنس میں کئے گئے اعلان پر کہ اگر پی این اے میں شامل جماعتیں ایک سیاسی جماعت میں مدغم ہو جائیں تو وہ ان کو اقتدار دے کر واپس بیرک میں چلے جائیں گے مطالبہ کیا گیا کہ اگر لوگ ان کے ساتھ ہیں تو پھر الیکشن کروانے چاہئیں تاکہ عوام صحیح طور پر اقتدار میں آئیں اور کسی فرد واحد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی جماعت پر پابندی عائد کرے کیونکہ عوام ہی جمہوری طریقہ کار کے ذریعہ کسی جماعت پر بندش لگا سکتے ہیں اور عوام ہی فیصلہ کن عنصر ہوتے ہیں اور عوام کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوتا ہے۔

عوام نے جس بہادری سے حالیہ عوامی تحریک چلائی ہے اس سے اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اب عوام جاگیرداروں، گماشتہ سرمایہ داروں کی قیادت میں اپنے مسائل حل نہیں کر سکتے ہیں۔ اور سامراج کو شکست دے کر ہی ملک سے ہر قسم کا جبر و ستم ختم کیا جائے تو ملک میں ہر قسم کی خوشحالی کا قیام ممکن ہے کیونکہ سامراج اور اس کی کاسہ لیس افسر شاہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ان تمام قوتوں کو زیر کرنے کے لئے دوست اور دشمن میں تمیز کرنا اور محب وطن تنظیموں سے اشتراک و تعاون ضروری ہے۔ مزدور کسان پارٹی ان تمام تنظیموں سے عمل کے دوران ہر جگہ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔ جو سامراج اور جاگیرداری سے ملک کو نجات دلانا چاہتی ہوں۔

آخر میں متفقہ طور پر یہ قرار دادیں پاس کی گئیں۔

۱۔ چھوٹے ملازمین کی تنخواہ ایک تولہ سونا کے برابر مقرر کی جائیں۔

۲۔ چھوٹے کسانوں کو بیج کھاد سستے نرخوں پر مہیا کئے جائیں۔

۳۔ تمام محنت کشوں کی بیدخلیاں، چھانٹیاں، برطرفیاں اور لے آف بند کرائے جائیں۔

۴۔ پی پی پی کے کارکنوں سمیت تمام مزدور، کسان طالب علم کارکنوں کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

عورتوں نے اس صدی میں خاصی ترقی کی ہے

آنسہ رشا العباد کا انٹرویو
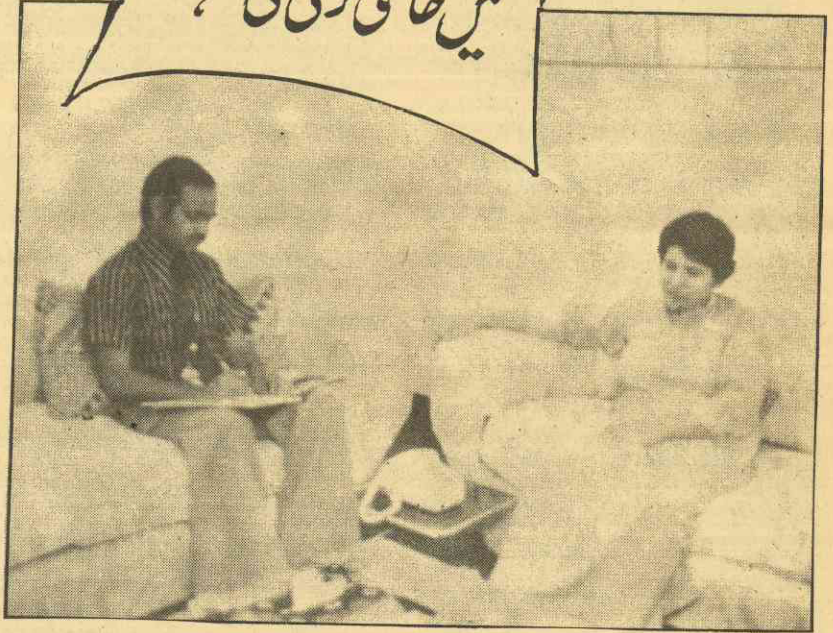
مقبوضہ فلسطین میں زبردستی صیہونی تعلیم دی جارہی ہے

پاکستان سے باہر پاکستان کی تہذیب، زبان، ثقافت اور پاکستانیوں سے محبت کرنے والے افراد اور دانشوروں کی کمی نہیں، کویت یونیورسٹی میں شعبہ انگریزی کی ڈائریکٹر اور جونیئر پروفیسر آنسہ ڈاکٹر رشا العباد کا شمار بھی سرزمین پاک اور یہاں کے باسیوں سے محبت کرنے والے افراد میں ہوتا ہے۔ وہ اکثر اپنی محفلوں میں اپنی پاکستان سے انسیت اور علامہ اقبال کے اشعار سے اپنی روحانی تسکین کا ذکر کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کویت میں مقیم پاکستانیوں میں وہ خاصی مقبول ہیں۔ ان کی یہی مقبولیت ہمیں کشاں کشاں ان تک لے جانے کا موجب بنی اور ہم نے ان سے کچھ کویت کچھ پاکستان، کچھ ان کی ذات سے متعلق اور کچھ ان کے نظریات وخیالات کے متعلق سوالات کئے اور انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے نہایت برجستہ اور سلجھے ہوئے جوابات دیئے۔ ہم نے ان سے پہلا سوال ہی پاکستان کے بارے میں کیا اور انہوں نے بڑے سکون سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اول تو یہ کہ پاکستان ہمارا برادر ملک ہے۔ ہمارے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تبادلے تو ہر سال ہوتے ہیں لیکن میرے خیال میں ان تبادلوں کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ تعلیمی اداروں کے توسط سے ہمارے روابط میں مزید اضافہ ہو سکے۔ تعلیم نسواں کے بارے میں ہمارے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بڑے ٹھہرے ہوئے متاثر کن لہجے میں کہا۔ آج کل عورت ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے دولت علم سے مالا مال ہوئی اور پھر اسے اپنی حقیقی حیثیت کا اندازہ ہوا ظاہر ہے جب کسی کو اپنی پنہاں صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے تو وہ ان سے حتی الوسع کام لیتا ہے۔ عورتوں نے اس صدی میں خاصی ترقی کی ہے لیکن یہ ترقی حرف آخر نہیں اسے مزید ہر میدان میں ترقی کرنی ہے۔" اپنے دورہ پیرس (فرانس) کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ میرا سرکاری نوعیت کا دورہ ہے اور میں یونیسکو کے اجلاس میں شرکت کروں گی۔ وہاں نہ صرف ہم اپنی ترقی تعلیم کے متعلق رپورٹیں سنائیں گے بلکہ مقبوضہ فلسطین کے طلباء کو جو زبردستی صیہونی نظریات کی تعلیم دی جارہی ہے اس کے خلاف بھی آواز اٹھائیں گے۔" جب گفتگو کے دوران فلسطین کا ذکر نکل آیا تو ہم نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے مسئلہ فلسطین کے بارے میں ایک سوال کر دیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے آنسہ رشا العباد نے کہا "اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے عرب ممالک اور دیگر برادر ممالک کا اتحاد ضروری ہے، جب تک مشترکہ طور پر آواز نہیں اٹھائی جائے گی اور عملی اقدامات نہیں کئے جائیں گے۔ اس وقت تک اس مسئلہ کا مثبت انداز میں حل ہونا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے اسلامی ممالک کے اتحاد کے سلسلے میں پاکستان بالخصوص جناب ذوالفقار علی بھٹو کی کوششوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ بھٹو نے تمام برادر ممالک کی سربراہ کانفرنس منعقد کرا کے اس سلسلے میں قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ انہوں نے کہا مجھے افسوس ہے کہ میں چاہتے ہوئے بھی جناب بھٹو سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی وہ کویت آئے اتفاق سے میں کویت میں نہیں تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر ہمیں اس سے محبت ہے۔ دوئم یہ کہ وہاں کے لوگ محنتی جفاکش، محبت کرنے والے، انسانیت دوست ہیں ان کی تہذیب اور تاریخ انہیں لازمی طور پہ دوسرے ممالک کے افراد کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور پاکستانی کویت کی طرح تمام عرب ممالک اور دیگر مغربی ممالک میں یکساں مقبول ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اکثر پاکستان کی علاقائی تہذیب کے بارے میں پروگرام دیکھے اور میں خاصی متاثر ہوئی۔ نہ صرف یہ بلکہ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے کہ کویت کے عوام کے ساتھ پاکستان کے لوگ بھی کویت کی ترقی میں حصہ لے رہے ہیں۔

کویت میں معیار تعلیم کے بارے میں ہمارے سوال کا جواب دیتے ہوئے آنسہ رشا العباد نے کہا چونکہ میں ایک لیکچرار ہوں اور اپنے پیشہ کے اعتبار سے میں خوب سے

خوب ترکی جستجو کرتی ہوں. اس حساب سے میرے مطمئن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن میں کویت میں مروج نظام تعلیم اور اس کے معیار سے خاصی حد تک مطمئن ہوں کویت اور پاکستان کی یونیورسٹیوں کے درمیان طلباء کے تبادلوں کے بارے میں آنسہ ڈاکٹر رشا العبادلوں تو کویت کے وزیر خارجہ اور نائب وزیر اعظم شیخ صباالاحمد الصباح کی بھانجی اور شیخ حمود الجابر الصباح کی صاحبزادی ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو زیور تعلیم سے نہ صرف انتہائی جانفشانی سے آراستہ کیا بلکہ اس کے ذریعے شعور وادراک کی منزلیں سر کی ہیں. انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے بی اے کیا اور امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے ایچ اے پی ایچ ڈی اور ماسٹر ان فلسفی کی ڈگریاں حاصل کیں. شعبہ تعلیم میں آنے سے قبل وہ ایک سال تک وزارت خارجہ کویت میں ایک اعلےٰ عہدے پر بھی فائز رہ چکی ہیں۔

این۔ ایس۔ ایف ۔ دیپال پور

ایک مکمل انقلاب ہی موجودہ نظام سے نجات دلا سکتا ہے

۸ ار نومبر کو نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان سب ڈویژن دیپالپور کا کنونشن این ایس ایف ساہیوال کے ضلعی صدر سید احتشام اکبر کی صدارت میں منعقد ہوا جبکہ مہمانِ خصوصی این ایس ایف پاکستان پنجاب کے صدر اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کے طالب علم شیخ افضال تھے. کنونشن سے گورنمنٹ کالج ساہیوال اسٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری تسور بٹ، گورنمنٹ کالج دیپالپور اسٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری محمد یوسف اور جائنٹ سیکرٹری محمد امیر حمزہ، اسرار احمد اور نقیر حسین نے خطاب کیا. کنونشن میں سب ڈویژن دیپالپور اور سٹی کے لیئے نئے عہدے داروں کا چناؤ کیا گیا سب ڈویژن کے لیئے صدر محمد اشرف، سینئر نائب صدر رب نواز جونیئر نائب صدر ملک مدد علی جنرل سیکرٹری محمد امیر حمزہ جائنٹ سیکرٹری رضوان محمود، سیکرٹری اطلاعات و نشریات شہسوار فنانس سیکرٹری محمد ظفر وٹو. دیپالپور سٹی کے لیئے صدر محمد یوسف رفیق نائب صدر محمد زمان خان جنرل سیکرٹری نقیر حسین جوائنٹ سیکرٹری شاہد اقبال سیکرٹری نشر و اشاعت عطاء محمد وٹو منتخب کیے گئے.

کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ این ایس ایف ہمیشہ طالب علم برادری اور محنت کش عوام کے حقوق کے لیئے جدوجہد کے راستہ پر گامزن رہی ہے این ایس ایف نے پاکستان سے آمریت کے خاتمے جمہوریت کے قیام، عوام کے لیئے بنیادی جمہوری حقوق اور شہری آزادیوں کے حصول عوام کے لیئے بہتر حالات زندگی اور طلباء کے مسائل کے حل کے لیئے پاکستان سے سامراجی تسلط اور اثر و نفوذ کے خاتمے اور ملک کی مکمل آزادی اور خود مختاری کے لیئے ہر دور میں جدوجہد جاری رکھی ہے۔

مقررین نے کہا کہ آج ہمارا ملک شدید ترین بحران کی لپیٹ میں ہے جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ آج تک جو حکومت بھی برسر اقتدار آئی اس نے اسلام کے مقدس نام کو اپنے مفادات کے لیئے استعمال کرتے ہوئے عوام کا خوب استحصال کیا عوام اپنے جمہوری حقوق کے لیئے ترس رہے ہیں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی ہے بے روزگاری کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں نوجوان تعلیم حاصل کرنے کے باوجود روزگار سے محروم ہیں مقررین نے کہا کہ موجودہ حکومت کے دور میں صنعتی مزدوروں کی چھانٹیوں اور بے دخلیوں کی انتہا کردی گئی ہے ترقی پسند طلباء کو تعلیمی اداروں سے نکالا جا رہا ہے اشیائے صرف کی قیمتوں کو ۱۹۷۰ء کی قیمتوں کی سطح پر لانے کی باتیں کرنے والے اب اشیائے صرف کی قیمتیں خود بڑھا رہے ہیں مہنگائی نے عوام کا جینا حرام کر رکھا ہے انہوں نے کہا کہ مہنگائی تو حکمران خود پیدا کرتے ہیں تاکہ عوام اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے چکروں میں پڑے رہیں اور حکومت کی بدعنوانیوں کی طرف توجہ نہ دے سکیں اور حکومت اپنی من مانی کارروائیاں جاری رکھ سکے لیکن حکمران یہ نہیں سمجھتے کہ اگر عوام کو روٹی نہیں ملے گی تو عوام میں بے چینی بڑھے گی بے چینی بڑھے گی تو عوام کا شعور بلند ہوگا. اب تشدد، گرفتاریاں اور کوڑے موجودہ طبقاتی نظام کو زیادہ دیر سہارا نہیں دے سکتے. انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت ایوب خان کے بدترین آمرانہ دور کو سنہری دور کہہ رہی ہے. ایوب خان کے اس دور کی واپسی کی باتیں کی جا رہی ہیں جس میں عوام کے حقوق کو بری طرح پامال کیا گیا. اور عوام پر ظلم و تشدد اور بربریت کی انتہا کردی گئی تھی جو کہ مکمل طور پر سامراج کا دور تھا. مقررین نے کہا کہ پاکستان میں ریشہ دوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں آزادی حاصل کرنے کے باوجود ہمارا ملک اب تک معاشی اور سیاسی لحاظ سے سامراجی تسلط کا شکار رہا ہے سامراجی اپنے مفادات کی تکمیل کے لیئے موجودہ گلے سڑے سیاسی اور معاشی ڈھانچے کو ہر صورت میں برقرار رکھنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہماری جدوجہد کا رخ غیر طبقاتی سماج کے قیام اور سامراجی استبداد اور تسلط کے خاتمے کی طرف ہونا چاہیئے۔

کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے تسور بٹ نے کہا کہ طلباء کے مسائل کو ملکی نظام سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ان مسائل کا حل اس وقت تک ممکن نہیں ہے کہ جب تک یہ سماجی نظام تبدیل نہ ہوا انہوں نے کہا کہ آج تعلیمی اداروں میں سب سے اہم مسئلہ اسلامی اسلامی جمعیت کی غنڈہ گردی کا ہے دوسرا اہم مسئلہ

تعلیمی پالیسی کو قومی مفادات سے ہم آہنگ کیا جائے

پرنسپل صاحبان کا ہے جن کو موجودہ حکومت باقی اداروں کے افسروں کی طرح بیوروکریٹ میں تبدیل کر رہی ہے ہم تعلیمی اداروں میں زیادہ سے زیادہ خود مختاری اور آزادانہ ماحول چاہتے ہیں ہم کالجوں میں افسر شاہی کو ہرگز برداشت نہیں کرینگے۔

مہمان خصوصی شیخ افضال نے کہا کہ عوام میں اپنے حقوق کا شعور بہت آگے بڑھ چکا ہے جس کی وجہ سے حکومت کی طرف سے مزدوروں، کسانوں، طالب علموں متوسط طبقات اور دانشوروں پر تشدد بڑھتا جا رہا ہے آج کی مارشل لار حکومت اور اس کی بغل بچہ جماعتیں جو نام نہاد سول حکومت بنا کر عوام کو لوٹ رہی ہیں جان لیوا مہنگائی اور پیچیدہ مسائل کا تحفہ دے رہی ہیں اس رجعت پسندوں کے ٹولے کو عوام کا یہ شعور ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہے جرائم کی بیخ کنی کی آڑ میں سیاسی کارکنوں کو کوڑوں جیسی بہیمانہ سزائیں دی جا رہی ہیں۔ صدیوں کی غلامی تلے کچلے ہوئے مظلوم عوام آج انقلابی شعور کی اس نہج پر ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک مکمل انقلاب ہی اس نظام کو بدل سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر دور میں حکمران چہرے بدل بدل کر آتے رہے اور عوام کا استحصال کرتے رہے انہوں نے کہا کہ عوامی جمہوری انقلاب کی جدوجہد امریکی سامراج سے براہ راست جنگ ہے کیونکہ آج پاکستان میں سامراج کے ایجنٹ اس ملک کو ہر ممکن طریقے سے امریکہ کی ذیلی ریاست بنانے پر تلے ہوئے ہیں

آخر میں احتشام اکبر نے کہا کہ سیاسی مسائل کو سیاسی طریقے سے حل کرنا چاہیئے عوام کی جمہوری حقوق کی جدوجہد کو ظلم و جبر کے ذریعے دبانے کی پالیسی ملک و قوم کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگی۔ موجودہ حکومت غیر انسانی سزاؤں کو رواج دے رہی ہے جس کا نقصان اس طبقاتی نظام کو ہی ہوگا آج مہنگائی بے روزگاری نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہے عوام اپنے ان حقوق کی بات کرتے ہیں تو انہیں غیر انسانی سزاؤں کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور جیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے جبکہ جیلیں ہی انقلاب کی اصل درسگاہیں ہیں جہاں انقلابی کارکنوں کا شعور اور زیادہ بلند ہوتا ہے اور ان میں نکھار پیدا ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ عوامی جمہوری انقلاب کی جدوجہد کے راستے میں زیادہ دیر تک روڑے نہیں اٹکائے جا سکتے اب عوام تدریج انقلاب کی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

کنونشن میں جو قراردادیں منظور کی گئیں ان میں کہا گیا کہ این ایس ایف پاکستان سب ڈویژن دیپالپور کا یہ کنونشن موجودہ حکومت کی تعلیمی پالیسی اور نام نہاد تعلیمی اصلاحات کو پاکستان کے طلبار اور عوام کے وسیع تر مفاد اور قومی امنگوں کے منافی سمجھتا ہے اس اجلاس کی رائے میں مارشل لا حکومت نے تعلیمی مسائل کی طرف ہر لحاظ سے منفی رویہ اپنایا ہے درسگاہوں کی آزادی کو مکمل طور پر سلب کر لیا گیا ہے پرنسپلوں کو افسر شاہی میں بدل دیا گیا ہے اساتذہ پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے طلبہ کو فکر و عمل کی آزادی نہیں تعلیمی اداروں میں حکومت نواز رجعت پسندوں کی غنڈہ گردی اپنے عروج پر ہے حکومت کی یہ اصلاحات نہ تو ملک سے ناخواندگی کا خاتمہ کر سکتی ہیں اور نہ ہی یہ عام آدمی تک تعلیم کے بنیادی

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

اجرتوں کا تعین
قیمتوں کی روشنی
میں کیا جائے

حق کو پہنچا سکتی ہیں طلبہ کی اکثریت داخلوں سے محروم ہے امیروں اور غریبوں کی درسگاہوں کی تقسیم بدستور برقرار ہے یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ تعلیمی پالیسی کو جدید سائنسی خطوط پر قومی مفادات سے ہم آہنگ کیا جائے درسگاہوں کی آزادی و خودمختاری بحال کی جائے اردو کو انگریزی کی جگہ سرکاری زبان بنایا جائے اور علاقائی زبانوں کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے امیروں کے تعلیمی اداروں کی اجارہ داری ختم کی جائے جو غریب طلبہ کی پہنچ سے باہر ہیں یکساں نظام تعلیم اپنایا جائے بیروزگاری ختم کی جائے حصول تعلیم کے بعد ہر فرد کو روزگار کی ضمانت دی جائے نیز دوران بیروزگاری کفالتی الاؤنس دیا جائے سندھ کے تمام تعلیمی ادارے کھولے جائیں تیسر بن سومرو کے کیس میں گرفتار شدہ طلبار کو رہا کیا جائے۔

این ایس ایف کا یہ کنونشن ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے اس مہنگائی کی ذمہ دار موجودہ حکومت ہے جو سرمایہ دار جاگیردار افسر شاہی اور پولیس کے مفادات کی نمائندہ ہے ان مفادات کے تحفظ کے لیے قومی اتحاد کی پاکستان کی تخلیق کی مخالف جماعتوں نے مارشل لا سرکار سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے جس کا مقصد ظالم اور استحصالی طبقات کو غریب عوام کا خون نچوڑنے کی کھلی چھٹی دینا ہے۔

یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ملک سے بڑھتی ہوئی مہنگائی کو فی الفور ختم کیا جائے بنیادی اشیائے ضرورت کی قیمتیں کم کی جائیں اور مہنگائی کے تناسب سے اجرتوں میں اضافہ کیا جائے

این ایس ایف کا یہ کنونشن موجودہ حکومت کی اسلام کے مقدس نام کو استحصالی نظام اور ملک میں امریکی سامراج کے مفادات کے تحفظ کے لیئے استعمال کرنے کی پالیسی کی پرزور مذمت کرتا ہے سیاسی پابندیاں، کوڑوں کی سزا اور اخبارات پر سنسر شپ جیسے فسطائی ہتھکنڈے سامراج کی غلامی کو برقرار رکھنے کے لیئے استعمال کیے جا رہے ہیں ہم ان غیر انسانی اور شرمناک اقدامات کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔

یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ تمام گرفتار شدہ سیاسی کارکنوں کو فی الفور رہا کیا جائے سیاسی آزادی بحال کی جائے تحریر و تقریر اور جلسے جلوسوں پر پابندیاں ختم کی جائیں مارشل لا کا فوری طور پر خاتمہ کیا جائے این ایس ایف پاکستان کراچی کے صدر راجہ اظہر حسین اور این ایس ایف پاکستان کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات و نشریات رفاہ بٹ کو رہا کیا جائے۔

یہ کنونشن مزدوروں کی چھانٹیوں اور مزارعوں کی بے جا بے دخلیوں کی مذمت کرتا ہے اور ان کی فوری بحالی کا مطالبہ کرتا ہے اساتذہ کے خلاف ہونے والی انتقامی کارروائیوں کو فوراً ختم کیا جائے کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان کے مزدوروں پر گولی چلانے کے ذمہ دار افراد کو عبرتناک سزا دی جائے۔

اس کنونشن کی رائے میں پاکستان ایک کثیر القومیتی ملک ہے ہم مظلوم قومیتوں پر ہر قسم کے ظلم و جبر کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ انہیں پاکستان میں رہتے ہوئے مساوی معاشی سیاسی اور سماجی حقوق دیئے جائیں۔

یہ کنونشن حکومت کی ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ اور فلسطین کی جدوجہد آزادی کے مسئلہ پر خاموشی کی پالیسی پر متشویش ہے ہم تیسری دنیا کے ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول کے حامی ہیں۔

یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت تیسری دنیا کے ممالک کی جدوجہد آزادی میں ان کی واضح حمایت کرے اور قومی مفادات کے منافی معاہدے سینٹو سے علیحدگی اختیار کرے پاکستان میں بیرونی حکومتوں کے اشارے پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کو خصوصی مراعات دی جا رہی ہیں۔ بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ کے نتیجے میں پاکستان پر سامراجی اثر و نفوذ مزید بڑھ جائے گا۔

یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ بیرونی سرمائے پر انحصار کی بجائے خود انحصاری کے اصول پر عمل کیا جائے اور تمام بیرونی سرمائے کو قومی ملکیت میں لیا جائے۔

ملتان

رپورٹ: نصیر الدین طارق

پی پی پی کے کارکنوں کو رہا کیا جائے

جدوجہد بھٹو کی رہائی تک جاری رہے گی

عید الاضحی سے قبل ملتان پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے ۹ نومبر کو ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں نظر بند پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نواب احمد بخش تھیم سابق ایم پی اے محمد اسلم ڈرابچ سینئر نائب صدر پی ایس ایف پنجاب، ملتان شہر کے رہنما عبدالغفور خان، ماسٹر عبدالرحمان، سید پیام علی شاہ نقوی سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ اگر وہ عید سے قبل رہا ہونا چاہتیں تو انہیں مشروط طور پر رہا کیا جا سکتا ہے، یہ بات نظر بند رہنماؤں کے قانونی مشیر نے ان سے ملاقات کے بعد بتائی۔ ان کے مطابق ان کے موکلوں کو تین شرائط پر رہا کیا جا سکتا ہے لیکن مذکورہ رہنماؤں نے مشروط طور پر رہائی سے قطعاً انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ایسی رہائی کی بجائے موت کو قبول کر لیں گے۔ ادھر ان کی اور نوجوان صحافی تنویر سعید مرزا سیکرٹری اطلاعات پیپلز پارٹی ضلع ملتان اور بیگم نادر خان خاکوانی کی نظر بندی کے خلاف لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس ذکی الدین پال کی عدالت میں رٹ درخواستیں دائر کر دی ہیں۔ عدالت عالیہ نے درخواستیں منظور کرتے ہوئے ایڈوکیٹ جنرل پنجاب کو ایک ہفتے کے اندر نظر بندی کے خلاف مواد پیش کرنے کی ہدایت کی ہے۔ درخواست دہندگان نے اپنی نظر بندی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کی نظر بندی بلا جواز، غیر قانونی اور بدنیتی پر مبنی ہے لہٰذا اسے خلاف قانون قرار دیا جائے، درخواست دہندگان کی طرف سے ممتاز قانون دان راجہ محمد انور ایڈوکیٹ اور محمد نواز عباسی ایڈوکیٹ پیش ہوئے۔ دریں اثنا پورے ملک کی طرح ملتان میں سنت ابراہیمی تحقیقی جذبے کے ساتھ عید الاضحی منائی گئی۔ غریب اور درمیانے طبقے نے کمر توڑ مہنگائی کی وجہ سے قربانی کے جانور کم خریدے، اسی وقت ملتان کی دو جیلوں میں پاکستان پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر غلام حسین، مرکزی مجلس عاملہ کے رکن مسٹر فاروق احمد خان لغاری سابق صدر ملتان شہر ایم اے گوہر، ڈاکٹر علی حسن صدر لوپے والا، زیارت علی شاہ نمائندہ روزنامہ مساوات لوپے والا، جعفر عباس نقوی، عابد حسین انصاری مرزا محمد حسین بیگ اور دوسرے رہنما مقید ہیں، انہوں نے جیل میں عید منائی لیکن حکام نے انہیں عید نماز پڑھنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

علاوہ ازیں مقامی پارٹی رہنماؤں اور طلبا تنظیموں نے جن میں ظفر علی تھیم ایڈوکیٹ صدر پیپلز لائیرز ایسوسی ایشن ملتان، ظفر خان مگسی ایڈوکیٹ، پیر بخش سہیل ایڈوکیٹ عبدالقادر ہاشمی ایڈووکیٹ، سید ظفر حسین شاہ ایڈوکیٹ جمیل اکبر بیگ ایڈوکیٹ، چوہدری عبدالمجید انور ایڈوکیٹ سابق ایم پی اے، شیخ محمد فاروق خانیوال ایڈوکیٹ، میاں عبدالباری ایڈوکیٹ، ضلعی پارٹی کے صدر ملک الطاف علی کھوکھر، جنرل سیکرٹری پرنس سجاد قریشی ایڈوکیٹ، میر خالد محمود بخاری، نذر ندیم، ملک نسیم، محمد نصیر الدین طارق جنرل سیکرٹری پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن ملتان ڈسٹرکٹ، نائب صدر ضیا احمد شاہد، اسسٹنٹ سیکرٹری رانا محمد اکرم، محمد عظم صدر خانیوال، محمد نعیم خالد سابق صدر سٹوڈنٹس یونین گورنمنٹ کالج میاں چنوں اور دیگر رہنماؤں نے جناب بھٹو سمیت تمام گرفتار و نظر بند رہنماؤں، طلبا، کارکنوں مزدوروں اور صحافیوں کی فوری رہائی اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمات واپس لینے کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ملک میں عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا جائے۔

پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن، بھٹو ریلیز کمیٹی، پروگریسیو یوتھ آرگنائزیشن، پروگریسیو ورکرز آرگنائزیشن اور مختلف کالجوں کے طلبا لیڈروں کا ایک مشترکہ اجلاس ۱۱ نومبر کو جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تصویر کی زیر صدارت منعقد ہوا جبکہ ضیا احمد شاہد، محمد نعیم خالد، محمد عظم خان، افتخار ملک سید سجاد گیلانی، یوسف انور پاشا، منیر احمد خان، رانا محمد اکرم اور نصیر الدین طارق نے خطاب کیا۔ اجلاس میں طلبا، طالبات اور نوجوان سیاسی کارکنوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس میں یہ قرار داد منظور کی گئی کہ پی ایس ایف پنجاب کے نائب صدر محمد اسلم ڈرابچ کی نظر بندی ختم کی جائے۔ اس وقت تک کے لیے انہیں جیل میں بی کلاس دی جائے۔ مشروط رہائی سے انکار پر انہیں اور ان کے ساتھیوں نواب احمد بخش تھیم سابق ایم۔ پی۔ اے۔ ملتان شہر کے رہنما عبدالغفور خان ماسٹر عبدالرحمان اور سید پیام علی کو خراج تحسین پیش کیا۔

ترقی پسند اخبارات پر سنسر شپ کی مذمت کرتے ہوئے اسے آزادی صحافت کے اصولوں کے منافی اقدام قرار دیا گیا۔

ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں نظر بند رہنماؤں کو عید کی نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینے کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ اسلامی نظام کے علمبرداروں کی حکومت میں ایسے اقدامات عوام کو کیا سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی۔ عدم تحفظ کے احساس نصابی کتابوں کی قیمتوں میں اضافے، بھارت کی جنگی تیاریوں وفاقی وزراء کی طرف سے خانہ جنگی کی مسلسل ترغیب اور اسلام کے مقدس نام پر سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے تحفظ جیسے اقدامات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ موجودہ غیر نمائندہ وفاقی کابینہ کو توڑ کر فوری طور پر عام انتخابات کرائے جائیں۔

پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو بیگم نصرت بھٹو، مس بے نظیر بھٹو، ڈاکٹر غلام حسین، مسٹر فاروق احمد خان لغاری، ایم اے گوہر، بیگم نادر خان خاکوانی محمد اسلم ڈرابچ اور دیگر تمام گرفتار اور نظر بند رہنماؤں کو رہا کیا جائے۔

اجلاس میں پیپلز پارٹی بلوچستان کے صدر یحییٰ بختیار کے بڑے بھائی پیپلز پارٹی لودھراں ضلع ملتان کے صدر چوہدری فرید احمد ڈوگر، سابق طالب علم رہنما عارف محمود قریشی ایڈووکیٹ کے کمسن بچے خرم فاروق کے انتقال پر پسماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا گیا۔

اجلاس میں ملتان ڈویژن کے تعلیمی اداروں میں پی ایل ایف اور این ایس ایف کے امیدواروں کی بھاری اکثریت سے کامیابی پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے حق و صداقت کی فتح عظیم قرار دیا گیا اور عہد کیا گیا کہ ہماری جدوجہد بحالی جمہوریت اور قائد عوام کی رہائی تک جاری رہے گی۔ اسلامی جمعیت طلبا اور جماعت اسلامی کے حامیوں کی طرف سے سوشلسٹ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے جلاس میں غنڈہ گردی کی مذمت کی گئی اور پولیس کی خاموشی کی بھی مذمت کی گئی۔

پہلے مرکز کو خطرہ تھا اور اب صوبوں کو خطرہ ہے؟

یہ خونخوار طبقہ ہے اور گاہے بگاہے خون کی بھینٹ لیتا ہے

اقتدار کو ڈیڑھ سال گزر گیا منشور کہاں ہے

ظفر احمد خان، افغانی

ہمارے وطن کی تیس سالہ تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے۔ اس طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے کے لئے کیا کچھ نہ کیا گیا! حکمرانوں نے جن کا تعلق استحصالی طبقے سے رہا ہے، مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے۔ کبھی نظریہ پاکستان کو خطرے میں بتایا گیا۔ کبھی مذہب کے خطرے میں ہونے کا الارم دیا گیا۔ کبھی پاکستان کی سالمیت کے خطرے کا بگل بجا۔ تشدد کے ذریعے حقوقِ زندگی سے محروم طبقات کو کچلا گیا یہ سب کچھ اس لئے ہوتا رہا ہے کہ ایک ہی طبقہ برسرِ اقتدار رہے اور غیر ملکی مفادات کی یہاں پر نگرانی کرے۔ یہ استحصالی طبقہ چہرے بدل بدل کر عوام کے سامنے آتا ہے۔ کبھی جاگیردار کی شکل میں، کبھی سرمایہ دار کی شکل میں اور کبھی .....

جب حکمران طبقے کے ظلم و ستم کے خلاف عوام نفرت کا اظہار کرتے ہیں، اپنے غصب شدہ حقوق کو طلب کرتے ہیں تو عوام کو مطمئن کرنے کے لئے چہرہ بدل دیا جاتا ہے۔ یہ استحصالی طبقہ خونخوار ہے اور گاہے بگاہے خون کی بھینٹ لیتا ہے بقول سجتے ہیں اور خونی دیو مزید عمر پاتا ہے۔ اس طرح اقتدار کو کسی صورت اپنے پاس سے جانے نہیں دیتا۔ ہمارے ملک کے اس استحصالی طبقے کا رشتہ بین الاقوامی خونی دیو سے ہے جس کا کام دنیا میں حریت پسند اقوام کو دبانا، ترقی پذیر ممالک کی ترقی کو روکنا اور ان کی اقتصادیات کو تباہ کرنا۔ غریب ممالک کو امداد کے بہانے صنعتیں لگنے سے روکنا اور اپنی منڈی بنائے رکھنا، عوامی انقلابات کو فوجی مشیروں اور اسلحہ کی سپلائی سے روکنا۔ وغیرہ۔

ہمارے وطن کے ایک حصے کا الگ ریاست بن جانا سامراج اور اس کے ایجنٹ حکمران طبقے کا ہی کارنامہ ہے۔ اکثریتی جماعت کو اس کا جمہوری حق نہیں دیا گیا۔ اس حصّے کو منڈی بنا کر رکھا گیا۔ عوام کے حقوق کو کچلا گیا اور عوام کی آواز نے احتجاج کی شکل اختیار کی تو فوجی ایکشن کیا گیا۔ نتیجہ، مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کی شکل اختیار کر گیا۔ حکمران طبقے کے کاسہ لیس، مذہبی جنونی، اپنا تاریخی کردار ادا کرنے میں کبھی غفلت نہیں برتتے۔ گزشتہ ۱۹۷۷ء کے الیکشن کے انعقاد پر اپنے سرپرستوں کے اشارے پر مختلف گروہوں نے اتحاد کیا۔ یہ اتحاد جمہوریت اور مذہب کے نام پر کیا گیا اور کسی اور کو اقتدار کی مسند پہ بٹھایا گیا۔ اس جنونی ٹولے کا گھناؤنا کردار یہ ہے کہ جب کچلے ہوئے عوام ظلم و ستم کے خلاف، اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کریں تو استحصالی طبقے کا یہ "آرگن" فوراً عوام کا غمخوار بن کر میدان میں آتا ہے اور عوام کی جدوجہد کو صحیح سمت میں چلنے سے روکنے کے لئے نیا چہرہ متعارف کراتا ہے اور اس طرح معصوم عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ "ظالم چلا گیا اور جدوجہد کامیاب ہو گئی"۔ پھر عوام کو تلقین کی جاتی ہے کہ نئے چہرے سے تعاون کیا جائے۔ نئے آنے والے کی شان میں قصیدے کہے جاتے ہیں۔ مبارکباد دی جاتی ہے، عوام کو نوید دی جاتی ہے کہ ملک بچ گیا اور یہ پھر اپنی خدمات کے معاوضے لئے جاتے ہیں۔

کیا یہی سب کچھ ان متحد چھٹ بھیّوں نے نہیں کیا؟ صورتحال سب کے سامنے ہے۔ سابقہ حکمران پر الزامات تھے کہ وہ بدکردار ہے، جمہور دشمن ہے، اسلام دشمن ہے، غدار ہے، انتخابات میں دھاندلی کرائی ہے، وغیرہ۔ لہٰذا یہ مطالبہ ہوا کہ "الیکشن دوبارہ کرایا جائے اور الیکشن سے پہلے مرکزی و صوبائی کابینائیں مستعفی ہو جائیں"۔ یہ مطالبات پورے کرانے کا عزم کیا گیا۔ عوام سے وعدہ کیا گیا اب جبکہ نیا چہرہ برسرِ اقتدار ہے تو عوام کے "ہمدردوں" نے وزیروں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ "ملک کی بقاء کی خاطر، عوام کے وسیع تر مفاد کی خاطر، مذہب کو خطرے سے بچانے کے لئے وزارت میں بحالت مجبوری، شرکت کی گئی ہے۔ ورنہ اقتدار سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔ کہاں تو صوبائی الیکشن ۱۹۷۷ء پر راضی نہیں تھے اور کہاں غیر منتخبہ وزارت میں شرکت کی گئی اور اب صوبائی وزارتوں کی بھیک مانگی جا رہی ہے تاکہ صوبائی خطرے کو بھی دور کیا جائے۔ پہلے مرکز کو خطرہ تھا، لہٰذا مرکزی کابینہ اور اب صوبوں کو خطرہ ہے لہٰذا صوبائی کابینہ! بے چارے کتنے ہمدرد اور وطن دوست ہیں اور الیکشن کے وقت بھی وزارتیں برقرار رکھنے پہ اصرار ہے کتنے ڈھیٹ ہیں یہ متحد چھٹ بھیّے۔!

سابقہ حکمران کے معزول کئے جانے کے بعد جی ایچ کیو سے "خصوصی تعلق" کا ذکر فخریہ انداز میں کیا جاتا ہے اور اسی "خصوصی تعلق" کا نتیجہ ہے کہ انتخابات، جن کا عوام سے وعدہ کیا گیا تھا، کو نظروں سے اوجھل کر دیا گیا ہے کیا یہ عوام سے بے وفائی نہیں؟

دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسلامی نظام فوراً نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا منشور قرآن ہے، اب کیا ہو رہا ہے؟ اب تو عرصہ ڈیڑھ سال گزر چکا ہے۔ اب منشور پر عمل درآمد کیوں نہیں ہو رہا؟ انتخابات کیوں نہیں کرائے جاتے؟ ظاہر ہے کہ انتخابات کا مقصد اقتدار ہوتا ہے اور وہ تو بغیر انتخابات کے ہی مل گیا ہے۔ وزارتوں کی بخشش مل گئی ہے

گو کہ یہ وزارتیں، یہ چپڑ دروازے کا اقتدار، عوام کے خون کی بھینٹ بیشن کے سجانے کے بعد انہیں بھیک میں ملا ہے۔

اور اب عوام کے سامنے ایک نیا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے۔ یہ ڈرامہ مستقبل کے پیش نظر تیار کیا گیا ہے "سفید آقا" کے مشوروں سے "کالے آقا" کی زیر نگرانی نام نہاد قومی اتحاد سے چند جماعتیں اخراج کر گئیں۔ دعویٰ وہی بوسیدہ ہے کہ "عوام کے مفاد کی خاطر اخراج کیا گیا ہے، جمہوریت کی بحالی کے لئے، اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اخراج کیا گیا ہے"! یہ سب دھوکہ ہے۔ عوام بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ سب ملی بھگت ہے۔ نام نہاد قومی اتحاد کو احساس ہو گیا ہے کہ چونکہ اس نے عوام سے غداری کی ہے اور ان کے خون کو فروخت کیا ہے لہٰذا عوام میں اس کی مقبولیت نہیں۔ یقیناً عوام انتخابات میں انہیں ووٹ نہیں دیں گے لہٰذا چند جماعتوں نے اخراج کر لیا ہے اور اب جمہوریت کے علمبردار اور اسلام کے ٹھیکیدار کے ٹھیکیدار بھی بہروپیے ہیں۔ اگر کسی غلط رپورٹ کی بنیاد پر انتخابات کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان کیا بھی گیا تو یہ بہروپیے عوام کے سامنے یہ کہیں گے "ہم تو اصلی تے وڈے ہیں۔ عوام کے دوست ہیں۔ دیکھو ہم نے تو وزارتوں میں بھی شمولیت اختیار نہیں کی"۔ کیا یہ سب دھوکہ نہیں؟ ریوڑیاں بانٹی جا رہی ہیں۔ بانٹنے والا اپنوں کو ہی دے گا! کچھ کو اب دے دی گئیں کچھ کو آئندہ!

ان حالات میں ان جماعتوں کا جو عوام دوست ہیں اور سامراج، جاگیرداروں اور گماشتہ سرمایہ داروں، ان کے دلالوں سے عوام کو نجات دلانے میں مخلص ہیں، فرض ہے کہ وہ عوام سے اپنے رابطے کو مضبوط کریں۔ اپنے آپ کو منظم کریں اور اس استحصالی ڈھانچے کو ختم کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔

جسے چاہا پس زنداں کرا دیا
جسے چاہا آزاد کرا لیا

کامران ابڑو

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں پارٹی کے ضلعی صدر یا عہدیدار ضلعی افسران کی جگہ خود افسر بن بیٹھے تھے۔ انہی کے نقش قدم پر اب صالحین جماعت کے امیر و دیگر عہدیدار چل رہے ہیں جسے چاہا پس زنداں کرا دیا جسے چاہا آزاد کرا لیا۔ کسی افسر کا تبادلہ کرانا یا رکوانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا۔ ان کی مرضی کے مطابق جس افسر نے کام نہیں کیا تو اس کا تبادلہ کرا دیا۔ ابھی حال میں ٹاؤن تھانے نواب شاہ کے دو انچارجوں کا تبادلہ بھی صالحین کی مہربانیوں سے ہوا۔ سننے میں آتے ہیں اگر انہوں نے صالحین کی مرضی کے خلاف قدم اٹھایا تو انہیں بھی بستر گول کرنا ہوگا۔ اتحاد کی دیگر جماعتوں کے عہدیداروں نے بلیک میلنگ کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔ اچھی خاصی کمائی ہو رہی ہے۔ افسران کو فون پر تبادلے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ ہمارا کام کرو ورنہ بستر گول کرو۔ بے چارے افسران جائز و ناجائز کام کر کے اپنا بستر بچائے ہوئے ہیں۔ اگر کام نہ کیا تو گول کرنا پڑے گا۔ حد تو یہ ہے کہ کچھ دن قبل صالحین جماعت کے امیر اور "حقہ مارکہ" پارٹی کے صدر نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ گرلز اسکول کی ہیڈ مسٹریس پر اپنا رعب جمانے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہو گئے۔ اس بیان کے بعد ہیڈ مسٹریس نے خوف کے مارے اسکول میں منعقد ہونے والے مینا بازار میں ریکارڈنگ اور لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو ممنوع قرار دے دیا جس سے مینا بازار کی وہ رونق ختم ہو گئی جو ہونی چاہئے تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے شہر خموشاں ہو۔ اسٹالوں کا سامان دھرا کا دھرا رہ گیا۔ بچا ہوا سامان بعد میں کم قیمت پر طالبات میں فروخت کیا گیا۔ ڈرامے پر پروگرام گونگوں اور بہروں کی محفل کی طرح تھا۔ آرٹسٹ طالبات کی آواز کسی خاتون کے کانوں تک نہ پہنچ سکی کیونکہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے اور شور و غل میں وہ آواز گم ہو جاتی تھی۔ خواتین مینا بازار سے جب واپس گھروں کو لوٹیں تو آپس میں کہتی جاتیں کہ اچھی حکومت ہے مینا بازار کی رونق ہی ختم کر دی۔ ایک خاتون نے پھر کہا یہ عوامی حکومت نہیں کہ مینا بازار دھوم دھام سے لگے اسلامی حکومت ہے اور اسلامی مینا بازار ہی لگے گا۔ اسکول کی طالبات نے بتایا کہ ہیڈ مسٹریس نے یہ حکم اس لئے نکالا ہے کہ ان کے خلاف اخبار میں ایک لمبا چوڑا بیان شائع ہوا ہے اس لئے انہوں نے احتیاطاً لاؤڈ اسپیکر اور ریکارڈنگ بند کرا دی تاکہ کہیں دوسرا بیان اخبار میں نہ آجائے۔ میں نے اس بیان کے بارے میں دریافت کیا تو طالبات نے کہا کہ جماعت اسلامی کے امیر اور راؤ فتح محمد نے ہیڈ مسٹریس کے خلاف بیان دیا ہے کہ وہ قادیانی ہیں ان کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے اور اسکول میں قادیانی ازم کا پرچار کر رہی ہیں اور طالبات کا اخلاق بگاڑ رہی ہیں۔ جب میں نے طالبات سے اس بیان کی تصدیق چاہی تو انہوں نے جواب دیا کہ بالکل غلط بیان ہے ہماری ہیڈ مسٹریس کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اگر یہ ہیڈ مسٹریس نہ ہوتیں تو اسکول کی طالبات کا اخلاق تو الگ رہا تعلیمی ماحول بھی تباہ ہو جاتا۔ انہی کے دم قدم سے ہمارے اسکول کی طالبات پانچ سال سے اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کے امتحانات میں اوّل، دوئم اور سوئم پوزیشن حاصل کر کے اسکول کا نام روشن کر رہی ہیں۔

میں نے طالبات سے معلوم کیا کہ آپ مینا بازار سے کیوں واپس آگئیں تو انہوں نے کہا کہ واپس نہ آتیں تو کیا کرتیں مینا بازار تو گونگوں اور بہروں کا مینا بازار معلوم ہو رہا تھا۔

تو قارئین کرام طالبات کا یہ مینا بازار صالحین کی بدولت بدمزہ ہو گیا۔ نہ جانے صالحین کی مرضی کیا ہے خدا بہتر جانتا ہے لیکن بلیک میلنگ کا دھندا خوب کر رہے ہیں سب جانتے ہیں شکر ہے کہ اپوا کلب کی جنرل سیکریٹری بیگم عصمت ڈاہری نے یوم اطفال بڑے جوش و خروش و جذبہ اور رونق کے ساتھ منایا۔ مہمان خصوصی ایس پی نواب شاہ کی بیگم تھیں۔ اب انتظار اس بات کا ہے کہ صالحین بیگم عصمت ڈاہری کے خلاف کب بیان دیں گے کیونکہ وہ اتحاد کی ایک جماعت سے وابستہ ہیں اور وہاں اس موقع پر ریکارڈنگ اور لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال کیا گیا۔

اصلاحِ معاشرہ یا معاشرہ کی بیخ کنی

جماعت اسلامی کی حکومت میں رشوت کا بھاؤ بھی بڑھ گیا ہے

زبیر رانا

اسلاح معاشرے کے ۱۰ روزہ فرض کے انتتاحی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے ملاں بارک اللہ سب سے پہلے تو ملک قاسم پر گرم ہو گئے اور پھر طالب علموں پر، ملک قاسم کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں جماعت اسلامی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور کہا کہ سب سے پہلے قومی اتحاد کی قیادت اور حکومت اپنی اصلاح کرے۔ اور ملک میں ایسے حالات پیدا کرے جن میں اسلامی تعزیرات کو نافذ کیا جا سکے۔ کیونکہ بھوک، غربت اور چور بازاری کو ختم کئے بغیر اسلامی تعزیرات بھی رشوت خوری کی نذر ہو جائیں گی اور لوگوں کے مسائل حل نہ ہوئے تو وہ اسلامی تعزیرات کو قبول نہ کریں گے۔ ملک صاحب نے یہ تو نہیں بتایا کہ بھوک غربت اور چور بازاری کو ختم کرنے کے لئے اس ملکیت پرست نظام کو ختم کرنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔ لیکن جماعت اسلامی کے اس سپہ سالار کے قہر کو دعوت دے دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سپہ سالار جو ہمیشہ اس غصہ میں رہتا ہے کہ جاوید ہاشمی کی بجائے اسے وزارت کیوں نہیں ملی لال پیلا ہو گیا اور فرمانے لگا کہ حالات تعزیرات کے نفاذ سے درست ہوں گے کیونکہ ان تعزیرات کی مدد سے ہم ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات و رسائل میں کام کرنیوالے ہر اس آدمی کو نکال باہر کریں گے جو اسلامی ضابطوں یعنی مودودیاتی قانون پر عمل نہیں کرے گا۔

ملاں بارک اللہ کی اصلاح معاشرہ کا اصل اس وقت کھلتا ہے کہ جب تمام انسان دوست جذبات و احساسات کو فنا کرنے کے لئے وہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اخبارات اور ایسے ہی دیگر اداروں میں کام کرنیوالے لوگوں کا معاشی قتل عام کر کے یہ سمجھتا ہے کہ معاشرے کی اصلاح ہو جائیگی سچی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا قتل عام کر کے جو مودودیت کو نہیں مانتے یہ مولوی یہ چاہتا ہے کہ جماعتیے باقی رہ جائیں اور لوگ اپنی پیروی کرتے رہیں۔ گویا اصلاح معاشرے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سوا کوئی زندہ نہ بچے اور معاشرہ ان تخلیقی قوتوں سے محروم ہو جائے جو جبر و تشدد کے تیئس سالوں میں کسی نہ کسی طرح انسانی جذبات و احساسات کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ان تخلیقی قوتوں کو ختم کرنا اور معاشرے کو بانجھ کر دینا ان ملاؤں کو اس لئے ضروری نظر آتا ہے کہ تمام تر درمیانے طبقے کو لالچ میں غرق کر دیا جائے۔ اصلاح معاشرہ کی یہ اسکیم لوگوں کی توجہ سیاسی اور معاشی مسائل سے ہٹا کر انہیں ایک رنگ برنگے لالچ میں ڈبو دینے ہی کو چلائی جا رہی ہے اور یہ لالچ ہے ترقی کرنے کا، یعنی ملکیت یا فتہ بننے کا۔ کیونکہ اس اسکیم کے ذریعہ سب سے پہلے تو درمیانے طبقے کے لوگوں کو منافرت، بغض اور غرور کی ملکیت الاٹ کی جاتی ہے کہ وہ مودودی ازم کے چکر میں پھنس جاتے ہیں تو سوائے اپنے ہر دوسرے فرد سے نفرت کرتے ہیں اور پھر نفرت کی اس جائیداد کو ترقی دیتے دیتے غضبناک وحشت تک پہنچا دیتے ہیں اور یوں حکمران طبقوں کے منظور نظر بن جاتے ہیں۔

پی ڈی پی کے حمزہ صاحب فرماتے ہیں اپنی جائز آمدنی میں لوگوں کو شریک کریں جناب حمزہ صاحب ناجائز آمدنی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ فرماتے ہیں اللہ فضول خرچیوں کو ناپسند کرتا ہے صاحب کیا اللہ ان کو پسند کرتا ہے جنہیں ضروری خرچ بھی میسّر نہ ہو۔

جلسے میں رانا نذرالرحمان صاحب بڑے جوشیلے انداز میں نمودار ہوتے ہیں اور کارکنوں سے پوچھتے ہیں "ایمانداری سے بتاؤ کیا پی این اے کی حکومت کے بعد رشوت ختم ہو گئی ہے۔" کارکن کہتے ہیں کہ زیادہ ہو گئی ہے۔"

رانا خداداد صاحب نے کہا اپنے لیڈروں سے پوچھئے وہ پروگرام کیا ہے جو اسلامی نظام کو قائم کرنے کے لیے انہوں نے بنایا ہے اور یہ مت سوچیئے کہ خداداد کیا کرتا ہے! اپنی اپنی جگہ پر یہ سوچیئے کہ آپ کوئی غیر اسلامی حرکت تو نہیں کر رہے۔؟ رانا صاحب آپ جتنا بھی چاہیں تاریخی طور پر لوگ اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ آپ سے ہر کوئی پوچھے گا کہ مزدور کی محنت سے سینکڑوں کما کر اسے دس بیس روپے اجرت دے دینے اور باقی سب کچھ ہڑپ کر جانے کا کیا جواز ہے۔

جلسے کے بعد ہمیں ایک واقف کار ملاں جی مل گئے کہنے لگے "یار ہم عیسائیوں کو مسلمان کرنا چاہتے ہیں۔ عیسائیوں کے ساتھ ہماری میٹنگیں کراؤ" عرض کیا حضور کارپوریشن کے بھنگی اگر مسلمان ہو گئے" تو گٹر کون صاف کرے گا۔ ملاں جی نے کوئی جواب نہ دیا اور معاشرے کی اصلاح کے لیئے تقریر کرنے چلے گئے۔

سرگودھا

محمد الطاف چغتائی

مولوی محمد حیات عُرف کوثر نیازی

حاکم صدر اور ملک جنرل سیکرٹری

سول جج جوہر آباد رانا ظہور الحق نے مولوی محمد حیات عرف کوثر نیازی کے خلاف حکم امتناعی والی کے مقدمہ کی سماعت یکطرفہ طور پر کرنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ کوثر نیازی اخبار میں پیشی کے لیے نوٹس شائع ہونے کے باوجود عدالت میں حاضر نہیں ہوئے یہ مقدمہ پیپلز پارٹی کے رہنما ملک حاکم خان اعوان ایڈوکیٹ اور پیپلز پارٹی تحصیل خوشاب کے صدر ملک عبدالحفیظ۔ ایڈوکیٹ نے دائر کر رکھا ہے اور عدالت تا فیصلہ مقدمہ پہلے ہی یہ حکم دے چکی ہے کہ مولوی محمد حیات عرف کوثر نیازی اپنے آپ کو پیپلز پارٹی کا چیئرمین یا قائم مقام چیئرمین ظاہر کرنے سے باز رہے عدالت نے مقدمہ کی سماعت کی آئندہ تاریخ ۲۷ نومبر مقرر کی ہے۔ اس روز ملک حاکم خان اعوان ایڈوکیٹ کی طرف سے دلائل دیئے جائیں گے اسی تاریخ کو اسی عدالت میں کوثر نیازی کے

خلاف توہین عدالت کے مقدمہ کی بھی سماعت ہوگی جس میں کوثر نیازی کی حاضری کے لئے پاکستان ٹائمز میں نوٹس شائع کرنے کے احکامات جاری کیئے گئے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے قائم مقام صدر مسٹر محمد اسلم گورداسپوری نے ملک حاکم خان ایڈووکیٹ کو پیپلز پارٹی ضلع سرگودہا کا قائم مقام صدر اور بشیر احمد ملک کو پیپلز پارٹی ضلع سرگودہا کا جنرل سیکرٹری نامزد کیا ہے۔ ان کی تقرری مسٹر نسیم احمد راہیر اور میاں جمیل اختر کی جگہ عمل میں لائی گئی ہے جو ان دونوں بے نظیر بھٹو کے دورہ سرگودہا کے موقعہ پر جلسہ اور جلوس کے انعقاد کے جرم میں سنٹرل جیل میانوالی میں ایک سال قید سخت کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ ملک حاکم خان اعوان جوہر آباد میں وکالت کرتے ہیں جبکہ بشیر احمد ملک سرگودہا میں ساوات کے نمائندہ ہیں پیپلز پارٹی ضلع سرگودہا کے کارکنوں مزدور انجمنوں کے رہنماؤں اور متعدد کسان رہنماؤں نے دونوں سرگرم کارکنوں کی نامزدگی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے •

وعدہ پورا کیجیئے اور واپس جایئے

انقلابی محاذ پنجاب کے نئے عہدیدار

پاکستان انقلابی محاذ پنجاب کی جنرل کونسل کا ایک اہم اجلاس محاذ کے قائمقام سیکرٹیری جنرل جناب ریاض شاہد کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

۱۔ جمال احمد شریفی ایڈووکیٹ، سیکرٹیری جنرل پاکستان انقلابی محاذ (پنجاب) ۲: علی احمد طاہر ڈپٹی سیکرٹری جنرل انقلابی محاذ پنجاب، ۳: منیر احمد چوہدری پراپگنڈہ سیکرٹری انقلابی محاذ، ۴: لال حسین راشد رابطہ سیکرٹری، انقلابی محاذ پنجاب۔ اس کے علاوہ صوبائی ایگزیکٹیو کمیٹی کی بھی تشکیل کی گئی جو اب مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ہے۔

۱: جمال احمد شریفی ایڈووکیٹ ۲: علی احمد طاہر ۳: منیر احمد چوہدری ۴: لال حسین راشد۔ ۵: عبدالغفور شاہد ۶: پروفیسر محمد امین، ۷: طاہر رپڑیز رانجھا ۸: ملک منظور احمد ۹: محمد جمیل ۱۰: بنوں خاں ۱۱: محمد سعید راہبر ۱۲: ڈاکٹر مختار احمد ۱۳: اشتیاق احمد۔

اجلاس میں قرارداد کے ذریعہ ملک میں فوری انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ملک میں کسی نظام کے نفاذ کا حق اور سیاستدانوں کے احتساب کرنے کا حق صرف عوام کے منتخب نمائندوں کو حاصل ہے۔ کوئی غیر نمائندہ حکومت احتساب کرنے یا کسی نظام کو نافذ کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ جنرل ضیاء اپنا وہ وعدہ پورا کریں جو انہوں نے اقتدار حاصل کرتے وقت کیا تھا اور وہ متنازعہ مسئلے نہ چھیڑیں اور نہ ہی دستور میں کسی قسم کی ترمیم کریں اور نہ ہی ملک میں کسی مسلک کے نظام کو قائم کریں اور جتنی ترامیم دستور میں کی گئی ہیں وہ فی الفور واپس لیں۔

مرکزی حکومت میں پاکستان قومی اتحاد کی شمولیت کو ختم کیا جائے اور صوبائی حکومتوں کے غیر ضروری قیام کی بجائے عدلیہ کی نگرانی میں انتخابات کروا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر کے فوج اپنی دفاعی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے بیرکوں میں واپس جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ اخبارات پر یکطرفہ سنسر کی پابندی کو ختم کیا جائے اور پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس منسوخ کیا جائے اور کچی آبادیوں کے مکینوں کو بلامعاوضہ فوری طور پر مالکانہ حقوق دیئے جائیں اور ان مکینوں کو مکانات کی تعمیر کے لئے بلاسود قرضے جاری کئے جائیں •

اب کالونی فلور ملز بے چینی اور برطرفیاں

فیصل آباد • شہباز احمد

کالونی فلور ملز انتظامیہ نے بالآخر ۳۲ کارکنوں کو بیک وقت برطرفی کے پروانے تھما دیئے ہیں اس کام کا آغاز ملز انتظامیہ نے اگرچہ سرکاری تحویل سے واپسی کے فوراً بعد شروع کر دیا تھا لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی اب حاصل ہوئی ہے سرکاری کنٹرول سے نجی ہاتھوں میں فلور ملوں کی واپسی کے بعد حکومت کے اس اعلان کی "واپس کیئے جانے والے اداروں کے مزدوروں کی چھانٹی نہیں ہوگی" کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ ملز انتظامیہ نے ایک نوٹس کے ذریعہ تمام ملازمین کو ہدایت کی کہ بھرتی کے لیئے نئے سرے سے درخواستیں داخل کریں" تاکہ ان کی ملازمتوں کا تسلسل ختم کر کے انہیں قانونی مراعات سے محروم کیا جا سکے لیکن یونین کی طرف سے مزاحمت کی صورت میں ملز انتظامیہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی، جس پر ملز انتظامیہ نے ملز میں کام بند کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آج تک ملز میں کام بند ہے بعد ازاں یکم جنوری کو ۴۷ آدمیوں پر "گیٹ بند" کرایا گیا۔ لیکن ان غریب مزدوروں کے روزگار کو کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان کے مزدوروں کی شہادت بچا گئی کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان کے مالک مغیث اے شیخ کالونی فلور ملز فیصل آباد کے مالک میاں عزیز شیخ کے حقیقی بھائی ہیں ملتان کا سانحہ ابھی تازہ تھا کہ کالونی فلور ملز انتظامیہ نے جب ان مزدوروں کے گیٹ بند کیئے تو مارشل لاء حکام اور محکمہ محنت نے فوری نوٹس لیا یوں ان کارکنوں کی واپسی ممکن ہوئی لیکن

اس کے باوجود ملز انتظامیہ نے اپنے رویہ کو ترک نہ کیا اگست ۸۰، میں ۱۲ مزدوروں کو دور دراز فیکٹریوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ لیکن ملز انتظامیہ کو یہ غیر قانونی فیصلہ بھی واپس لینا پڑا۔ اس دوران مزدوروں کو نہ صرف مختلف طریقوں سے پریشان کیا گیا بلکہ ملز انتظامیہ نے ۴۰ مزدوروں سے زبردستی استعفے حاصل کر لیے۔ اور اعلان کر دیا کہ ان مزدوروں نے خرابی صحت اور مختلف وجوہات کی بنا پر خود رضا کارانہ طور پر استعفے دے دیئے ہیں لیکن کیا یہ بات دل کو لگتی ہے کہ آج جبکہ کمر توڑ مہنگائی اور بیروزگاری کا دور دورہ ہے غریب مزدور کسی بھی حالت میں فاقوں کو خود دعوت دے سکتا ہے۔

جن ۳۲ مزدوروں کو بے روزگار کیا گیا ہے قبل ازیں ۱۸ نومبر کو انہیں ایک دوسری کمپنی کی آئل ملز میں تبدیل کیا گیا جس کے خلاف یونین نے محکمہ محنت سے رجوع کیا لیکن جب ملز انتظامیہ کو خود ہی احساس ہوا کہ ان کا یہ فیصلہ غیر قانونی ہے تو دو روز کے وقفہ کے بعد ان ۳۲ مزدوروں کی برطرفی کا نوٹس آویزاں کرا دیا۔ جس کے خلاف یونین نے لیبر کورٹ سے حکم امتناعی حاصل کر لیا ہے۔

ملز انتظامیہ نے اپنے اس فیصلہ کے لیے یہ جواز پیش کیا ہے کہ کمپنی مل نہیں چلا سکتی جو گذشتہ ایک سال سے بند ہے چنانچہ مجبوراً ایسے مزدوروں کو الگ کر رہی ہے جن کی مدت ملازمت سب سے کم ہے لیکن حقائق اس کے برعکس ہیں۔ برطرف ہونے والوں میں بیس سال سے لیکر تیس سال تک مدت ملازمت رکھنے والے ملازمین شامل ہیں جہاں تک کمپنی کی مالی پوزیشن کا تعلق ہے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کالونی گروپ ۲۲ بڑے خاندانوں میں سے ایک ہے اس لیے ملز انتظامیہ کا یہ موقف کہ کمپنی مل چلانے کی پوزیشن میں نہیں "اپیل" نہیں کرتی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ملز میں کام بند رکھنے کے باوجود ملازمین کو تنخواہیں دی جا رہی ہیں جس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ ملز میں کام بند رکھنے کا کوئی خاص مقصد ہے۔ اب یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ تحقیقات کرے کہ آیا ملز انتظامیہ مل کو چلانے کی پوزیشن میں ہے یا نہیں اگر واقعی انتظامیہ مل نہیں چلا سکتی تو حکومت اس کا متبادل انتظام کرے لیکن مزدوروں کی اتنی بڑی تعداد کا معاشی قتل کسی طور مناسب نہیں ہے۔

سپیچ نما

قصہ مونچھ کا..

حاجی عدیل

صاحبو! بات گدھے اور دھوبی کے گدھے کی نہیں بلکہ گھوڑے، ریس کے گھوڑے، راجہ مہاراجہ رئیس ابن رئیس نواب ابن نواب اور پیر ابن پیر کے گھوڑے کی ہے کیونکہ پیر صاحب کا گھوڑا آجکل ریس کے میدان میں نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ تھان پر کھڑے کھڑے اینڈ رہا ہے ہر چند کہ ان دنوں نمائشی ریس کا کاروبار دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے اصلی رنگ پر آ جائے گا۔ اور پھر پیر صاحب کا گھوڑا تھان پر نہیں بلکہ ہر وقت ریس کے میدان میں نظر آئیگا سرپٹ دوڑے گا جیسے آجکل پیر صاحب کا بے لگام گھوڑا میدان سیاست میں ایک پاؤں سے نظام مصطفےٰ ایک پاؤں سے نظریہ پاکستان ایک پاؤں سے قائد اعظم کے فرمودات اور ایک پاؤں سے شمالی جمہوریت کی سمت دوڑنے کی کوشش میں اپنے بدن کو چار حصوں میں برابر برابر تقسیم کر رہا ہے دیکھیے کب تک اس کا کریا کرم ہوتا ہے۔

جب بات گھوڑوں کی ہی چل نکلی ہے تو پھر سائیس کے تذکرے سے کیسے باز رہا جائے گھوڑے کے نام کے ساتھ ہی سائیس کا ہیولہ ذہن میں ناچنے لگتا ہے اور پھر لمحہ لمحہ اس ہیولے کے نقوش خدوخال واضح ہونے لگتے ہیں اور عموماً آدمی اپنے ذہن میں ابھرنے والے نقوش کا موازنہ ہمارے تاریخی ناول نگاروں کے خاندانی نسلی، اصلی اور روایتی سائیس کے بیان کردہ نقوش و خدوخال سے کرنے لگتا ہے۔

لمبا قد، چھریرہ بدن لمبے لمبے رگوں سے بھرے ہوئے ہاتھ، پچکے ہوئے گال، اندر کو دھنسی ہوئی موٹی موٹی آنکھیں، گالوں اور پیشانی کی ابھری ہوئی ہڈیوں کے درمیان آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور پتلے پتلے ہونٹوں کو چھپائے ہوئے بڑی بڑی غیر شرعی غیر اسلامی مونچھوں کا گچھا۔

قارئین کرام مونچھوں کے تذکرے کو آپ حذف کرکے آپ آگے پڑھیں اس لیے کہ ہمیں یا اسلامی تاریخی ناول نگاروں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مونچھوں کو غیر اسلامی شیئے قرار دیں۔ کیونکہ ہم اور وہ یقینی طور پر نہ ملا، نہ مولوی، نہ علامہ نہ عالم و فاضل نہ قاضی اور نہ ہی مفتی ٹھہرے پھر بھلا ہم کیسے اسلام کی منافی اشیا کا تذکرہ کرنے اور پڑھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں۔ اس لیے مونچھوں کو چھوڑ کر آپ تحریر کردہ نقوش کو ذہن میں رکھیے اللہ اللہ خیر صلا۔ باقی مفتی ٹھہر جانے یا ان کے کہے کو چھاپ کر لوگوں تک پہنچانے والے بھگتیں۔ بیس بیس ہزار روپے کی ضمانتیں داخل کریں اور عدالت میں مونچھوں کا غیر اسلامی ہونا ثابت کریں۔ ورنہ جیل کی ہوا کھائیں۔ بہر حال کچھ بھی اتنا ڈرے ہم تو اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ مونچھوں کے غیر اسلامی ہونے کے مسئلہ کی طرف بالکل توجہ نہیں دیں گے چونکہ آپ ہمارے قاری ہیں اسلیئے آپ کو بھی مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے لکھے کو حرف آخر تصور کریں اور کبھی مونچھوں کا نام زبان پر مت لائیں اسلامی اور غیر اسلامی کہنا تو بڑی بات ہے سمجھ گئے نا آپ۔ اللہ آپکو اچھا اور خوش و خرم رکھے۔

مونچھوں کے ضمن میں ہماری معلومات کسی بھی تاریخ دان سے کم نہیں اور ہماری علمیت کے مطابق قزاقوں اور ڈاکوؤں نے بادشاہوں کے سپاہیوں کو ڈرانے دھمکانے کے لیے بڑی بڑی مونچھیں رکھنی شروع کیں۔ ادھر سپاہیوں نے ان کے دیکھا دیکھی مونچھیں رکھنی شروع کر دیں کہ اس سے ڈاکوؤں کو

شرمندہ کیا جا سکے لیکن ڈاکو اور قزاق تو ان کی مونچھوں سے خوفزدہ اور شرمندہ نہیں ہوئے لیکن عوام کو ان کی شکلوں سے وحشت ہونے لگی۔ اس امر کا اندازہ ہوتے ہی بادشاہوں نے حکم جاری کیا کہ اے سپاہیو چاہے تم ہماری فوج کے سپاہی ہو یا پولیس کے تم پر لازم ہے کہ اپنی مونچھوں کی کاشت اور آبیاری کرو تاکہ عوام کو ڈرا ڈرا کر ان کی محنت کو زیادہ بہتر طور پر ہتھیایا جائے اس لوٹ سے ایک نہیں دو فائدے ہوں گے ایک تو ہمارا خزانہ دن بدن وسیع ہوگا اور دوسرا ڈاکوؤں کو بغیر لوٹے قتل و غارت کیے ہی اتنا دیا جا سکے گا کہ وہ عیش کریں اور اس عیش کے صلے میں ہماری مدح سرائی میں ہیش پیش ہو جائیں۔

یہ ہیں تاریخی حقائق مونچھوں کے ضمن میں چونکہ مونچھیں بادشاہِ وقت کی قصیدہ گر ہوتی تھیں اس لیے عوام الناس نے اسے طرح طرح سے لعنت ملامت شروع کر دی، قسم قسم کے قصے مونچھوں سے وابستہ کر دیئے۔ مثالیں اور تشبیہات گھڑی جانے لگیں اور یہی سب کچھ آج تک مروّج ہے جہاں تک داڑھی کے معاملے کا تعلق ہے تو ہمارا علم اس معاملے میں حرف خاموشی اور گوش برآواز ہے نیم داڑھی یعنی گل مونچھوں کے بارے میں کوئی صاحب سوال کرنا چاہیں تو ہم انہیں جواب سے مطمئن کر سکتے ہیں اس کے برعکس اگر کسی نے ہم سے یہ پوچھ لیا کہ تاریخ عالم کن کن جید عالموں اور فلسفیوں کی مونچھوں کی طرف اشارہ کرتی ہے تو ہم اپنے علامہ اقبال کو چھوڑ کر باقی سب کا نام زبانی سنا اور بتا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم مونچھوں والی ضرب الامثال میں سے ایک مثال۔ "کرے داڑھی والا پکڑا جائے مونچھ والا" کو تاریخی شواہد اور حقائق کی روشنی اور امثال کے سیاق و سباق میں بالکل درست قرار دیتے ہیں اگر آپ ہمارے اس یکطرفہ فیصلے کو درست قرار نہیں دیں گے تو یقیناً نقصان اٹھائیں گے اور اگر آپ کی خدانخواستہ مونچھیں ہیں اور آپ انہیں پالنے کے شوق میں مبتلا ہیں تو پھر آپ کے جلد پکڑے جانے کے امکانات روشن ہیں۔

صاحبو! بات گھوڑے سے شروع ہوئی تھی اس لیے اصولاً اسے گھوڑے کی پونچھ پر ختم ہونا چاہیئے تھا لیکن یہ کسی لفافہ اور چھوٹے صاحب اقتدار کی طرح اس تیزی سے بدلی کہ آپ کو اندازہ ہی نہیں ہوا بہرحال اس میں میرا کوئی دوش نہیں، حالات ہی ایسے ہیں کہ ان کی موجودگی میں ہی سب کچھ ہوتا رہے گا۔

سمجھے آپ ؟ ؟ ! !

نہیں سمجھے تو آپ سے خدا سمجھے۔

بقیہ: ایپنک کا اجلاس

صدر اور سکریٹری صاحبان اپنی بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔ لیکن انہوں نے ایپنک کے چیئرمین جناب برنا اور سکریٹری جنرل جناب حفیظ راقب کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ ایپنک کے ساتھ ہیں اور اجلاس کے فیصلوں کے پابند ہیں

اجرت بورڈ

توسیعی اجلاس کے ایجنڈے پر سب سے بڑا مسئلہ تیسرے اجرت بورڈ کا تھا۔ جس کے بارے میں حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ جلد ہی قائم کر دیا جائے گا۔ این ای سی کے عہدیداروں اور ارکان کے علاوہ ملک کے مختلف

مراکز سے آئے ہوئے مختلف رکن تنظیموں کے صدر اور سکریٹری صاحبان نے کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور نئے اجرت بورڈ سے متعلق تجاویز پیش کیں۔ اجلاس میں جن لوگوں نے اظہار خیال کیا ان میں اجلاس کے صدر اور ایپنک کے چیئرمین جناب منہاج برنا اور سکریٹری جنرل جناب حفیظ راقب کے علاوہ پی ایف یو جے کے سکریٹری جنرل جناب نثار عثمانی، ایپنک لاہور اور پی ایف یو جے کے صدر اور این ای سی کے رکن جناب ریاض حسن ملک، راولپنڈی ایپنک کے سکریٹری اور پی پی ایل ورکرز یونین کے صدر اور این ای سی کے رکن جناب عارف علی شاہ، ایپنک کراچی صدر اور جنگ ایمپلائیز یونین کے جنرل سکریٹری جناب محمود علی اسد، کے یو جے کے جنرل سکریٹری اور این ای سی کے رکن جناب احتفاظ الرحمان۔ ایپنک کراچی کے سکریٹری ن جناب میر محمد خان، ایپنک کے سینئر اسسٹنٹ جنرل سکریٹری اور مسلم یونین آف جرنلسٹس کے صدر جناب ولی محمد واجد، جنگ ایمپلائیز یونین کے صدر اور این ای سی کے رکن جناب محمد علی علوی، ایپنک کے خزانچی جناب بدر الاسلام بٹ، پی پی ایل ورکرز یونین لاہور کے صدر جناب راشد اور جنرل سکریٹری جناب سراز احسن، جاوید پریس کے صدر جناب غنی، پاکستان ہیرالڈ ورکرز یونین کے جنرل سکریٹری جناب موسیٰ جی دیپک، مساوات ایمپلائز یونین کراچی کے صدر جناب شبّر اعظمی، مشرق ایمپلائز یونین پشاور کی جانب سے داؤد شاہ، بلوچستان یونین آف جرنلسٹس کے قائمقام صدر جناب قیصر محمود بٹ، بہاولپور یونین کے صدر جناب مجید گل، فیصل آباد نیوز پیپر ایمپلائز یونین کے سیکریٹری جناب شمس الاسلام ناز، مساوات ورکرز یونین لاہور کے نائب صدر جناب الطاف ملک اور پشاور عامل صحافی خوشنویس یونین کے صدر جناب طلاء محمد انجم شامل تھے۔ اجلاس کے آخر میں ایپنک کے چیئرمین منہاج برنا نے بحث کی تلخیص کی اور جن امور پر حاضرین میں اتفاق رائے تھا ان کی وضاحت کی۔

متفقہ نکات

متفقہ نکات حسب ذیل تھے۔ (۱) حکومت نے تیسرے اجرت بورڈ کے قیام کے ارادے کا اس وقت اعلان کیا جب ایپنک اور پی ایف یو جے کی آزادی صحافت اور اقتصادی مطالبات کی [illegible] جاری تھی اور اس کا مقصد اخباری کارکنوں کی توجہ کو تحریک سے ہٹا [illegible] سے کمزور کرنا تھا لیکن یہ بالواسطہ طور پر تحریک کے پانچ اقتصادی مطالبات کو تسلیم کرنے کا اعلان تھا کیونکہ تحریک کے پانچ اقتصادی مطالبات میں پچاس فیصد مہنگائی الاؤنس اور ۱۵ فیصد کی بجائے پچاس فیصد کرایہ مکان الاؤنس شامل تھے۔ نیز جون ۱۹۷۴ء میں حکومت کے اعلان کردہ دس فیصد مصارف زندگی الاؤنس کی ادائیگی کا مطالبہ بھی شامل تھا۔ حکومت نے اور اس کے وزیر اطلاعات مسٹر محمود اعظم فاروقی کی جانب سے یہ اعتراف کہ واقعی مہنگائی میں اضافہ ہوا ہے اور اخباری کارکنوں کی تنخواہوں اور مراعات پہ نظر ثانی کا مطالبہ جائز ہے۔ ایپنک کے مطالبہ کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔ دراصل حکومت نے ناک کو سامنے سے نہیں بلکہ پیچھے سے پکڑا ہے جیسا کہ اس نے مساوات لاہور اور مساوات کراچی کی بحالی کے سلسلہ میں طرز عمل اختیار کیا تھا۔ مساوات لاہور کو

سنسر کے خاتمے سب کی بحالی اور باقیماندہ اسیروں کی رہائی کا مطالبہ

بعد خرابیٔ بسیار غیر نمائندہ لوٹے سے مذاکرات اور ایک نام نہاد سمجھوتے کے ذریعہ غیر مشروط طور پر بحال کیا گیا اور مساوات کراچی کو کراچی میں تحریک کے آغاز کے دوسرے دن اشاعت کی اجازت دے دی گئی۔ تیسرے اجرت بورڈ کے قیام کا اعلان ایپنک اور پی ایف یو جے کی ایک اور کامیابی ہے۔

(۲) نئے اجرت بورڈ میں ورکرز کے نمائندوں کو نامزد کرنے کا اختیار صرف اخباری کارکنوں کی نمائندہ جماعت ایپنک ہی کو پہنچتا ہے۔ اخباری کارکن اس سلسلے میں مالکوں یا حکومت کی جانب سے نامزدگیاں برداشت نہیں کریں گے اور جعلی نمائندوں کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں این ای سی کو اختیار دیا گیا کہ وہ پانچ ایسے نمائندے نامزد کرے جو صنعت کے مختلف شعبوں اور علاقوں کی نمائندگی بھی کر سکیں اور جو مقابلتاً زیادہ مہارت رکھتے ہوں ان میں ایک اقتصادیات کے ماہر کو بھی شامل کیا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں چیئرمین نے دوسرے اجرت بورڈ میں نمائندگی کے مسئلہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ ستمبر ۱۹۷۳ء میں ایپنک کی شیڈو سنٹرل ایڈہاک کمیٹی فار نیوز پیپر ایمپلائز یونینز کے زیر اہتمام ملک کی تمام اخباری یونینوں کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا تھا اور جس میں اخباری کارکنوں کی جانب سے پانچ نمائندے نامزد کئے گئے تھے۔ اس وقت کے وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی نے یہ کیا کہ پانچ میں سے تین نمائندے تو وہی شامل کئے جنہیں کنونشن نے نامزد کیا تھا لیکن دو اپنی پسند کے نام بھی ڈال دیئے۔ اخباری کارکنوں نے مطالبہ کیا کہ ان کے پانچ کے پانچ نمائندے تسلیم کئے جانے چاہئیں ورنہ اجرت بورڈ کام نہیں کر سکے گا آخر کو تین ماہ کے بعد حکومت نے ہتھیار ڈال دیئے اور پانچوں نمائندے جن میں منہاج برنا، منو بھائی، زمان شاہ، عبداللطیف اور انور حسین نفیس رقم شامل تھے کو تسلیم کر لیا۔ ایک اور بات جس کی طرف چیئرمین ایپنک نے اجلاس کی توجہ مبذول کرائی وہ یہ تھی کہ اگر بورڈ میں صحیح نمائندے اخباری کارکنوں کی نمائندگی نہ کر سکے تو یہ بورڈ عملاً مالکوں کا بورڈ ہو گا اور وہ مالکان اپنی شرائط منوائیں گے۔ جناب برنا نے بتایا کہ دوسرے اجرت بورڈ کے دوران کس طرح حکومت کے مقرر کردہ ویج ایڈوائزر مسٹر مشتاق نے اپنا جو پہلا فارمولا بورڈ کے سامنے پیش کیا تھا اس کے مطابق اخباری کارکنوں کی تنخواہیں بڑھنے کی بجائے کم ہو رہی تھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ دو ایک مالکوں نے ویج ایڈوائزر اور بورڈ کے سیکریٹری کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا تاکہ بورڈ کا چیئرمین جو ایوارڈ دے اس میں مالکوں کے مفادات کا تحفظ ہو سکے اس پر جناب برنا کی قیادت میں ورکرز کے نمائندوں نے بورڈ کے اندر اور باہر احتجاجی مہم چلائی۔ ایڈوائزر کی تخریب کاری کو بے نقاب کیا اور اس طرح بورڈ کے چیئرمین کو حکم صادر کرنا پڑا کہ ویج ایڈوائزر اپنے مسودہ پر کارکنوں کے اعتراضات کی روشنی میں نظر ثانی کرے۔ جناب برنا نے یہ بھی واضح کیا کہ اس وقت اخباری کارکنوں کی جانب سے ایک متفقہ یادداشت بورڈ کے چیئرمین کو پیش کی گئی تھی جس میں صنعت کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے کارکنوں کے لئے نئی تنخواہوں اور مراعات کے اسکیل تجویز کئے گئے تھے۔ اس کے جواب میں مالکوں نے اپنی یادداشت پیش کی تھی اور چیئرمین نے دونوں کے دلائل اور اعتراضات اور اعداد و شمار کی روشنی میں اپنا ایوارڈ دیا تھا اس میں تنخواہیں اور مراعات مقرر کئے گئے وہ اس سے کم تھے جن کا مطالبہ اخباری کارکنوں نے یادداشت کے ذریعہ کیا تھا۔ تاہم پہلی مرتبہ اس ایوارڈ کے ذریعہ تمام کارکنوں کی تنخواہیں اور الاؤنس کا تعین کیا گیا اور سب کی اجرتوں میں اضافہ ہوا۔ اس سے پہلے ایک ہی شہر میں ایک ہی کام کی تنخواہ ہر ادارے میں مختلف ہوتی تھی۔ پہلا اجرت بورڈ صرف صحافیوں کے لئے تھا جبکہ پی ایف یو جے کی جدوجہد کے نتیجہ میں صحافیوں اور غیر صحافیوں دونوں کے لئے پہلی مرتبہ اجرت بورڈ بنا اور سب کے حقوق و مراعات کا تعین کیا گیا اس مرتبہ اور زیادہ ضروری ہے کہ اخباری کارکنوں کے صحیح

سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ۲۳ ستمبر ۱۹۷۶ء کو پریس کلب لاہور میں مدعو کئے گئے تھے جس میں پی پی پی کے پبلسٹی کمیٹی کے رکن عباس اطہر اور عبداللہ ملک بھی موجود تھے۔ پریس کلب کے سبکدوش ہونے والے صدر اور مشرق کے ایڈیٹر حاجی ضیاء اسلام انصاری نے خطبۂ مدح سرائی پیش کیا۔ اسی تقریب سعید میں جناب بھٹو نے آٹھ لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ دینے کا اعلان کیا۔ اس عطیہ نے عباس اطہر اور حاجی ضیاء اسلام انصاری کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مگر چڑھتے سورج کے یہ پجاری زر دامنی کے باوجود آج بھی بڑی ڈھٹائی سے پاک دامنی کا دعویٰ کر کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

نمائندے بورڈ میں جائیں اور یہ دیکھیں کہ مالکان انہیں جل نہ دے سکیں۔

۳ : اینپک کی تمام رکن تنظیمیں دوسرے اجرت بورڈ کے ایوارڈ کا جائزہ لے کر اس کی خامیوں اور نقائص کی نشاندہی کریں اور نئے ایوارڈ میں ان کی تلافی کے لئے اپنی سفارشات پیش کریں۔ یہ سفارشات ۵ اردسمبر تک اینپک کے سیکرٹری جنرل کو پہنچ جانی چاہئیں۔ اس میں پریس ادارت، کتابت اور نظم ونسق سے متعلق تمام شعبوں کے کارکنوں کی تنخواہوں اور مراعات کے بارے میں تجاویز شامل ہونی چاہئیں تاکہ این ای سی ان پر مشتمل، ایک متفقہ یادداشت تیار کر سکے اور اسے بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے۔

۴ : اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ بورڈ اس امر کو ملحوظ رکھے کہ پچھلے ایوارڈ میں اخباری کارکنوں کی تنخواہیں اور مراعات کا تعین کرتے وقت صرف دسمبر ۱۹۷۳ء تک مصارف زندگی میں اضافہ کے اعداد وشمار کو سامنے رکھا گیا تھا۔ اب پانچ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد مہنگائی میں زبردست اضافہ ہو چکا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً پونے دوسو فیصد اضافہ ہوا ہے۔

۵ : اجلاس نے چھوٹے اور علاقائی پریس کے اخبارات میں کام کرنے والے کارکنوں کی افسوسناک صورتحال کو خاص طور سے سامنے رکھنے پر زور دیا، سب نے اس کی صراحت کی۔ ان اخبارات کے کارکنوں کو دوسرے بورڈ کا ایوارڈ بھی نہیں ملا اور عملدرآمد کرانے والے ٹریبونل کی کارگزاری افسوسناک حد تک ناقص رہی۔ حکومت فوری طور پر ایسے اقدامات کرے کہ ان اداروں میں پہلے ایوارڈ کو مؤثر طور پر نافذ کیا جائے تاکہ ان سے متعلق اخباری کارکن تیسرے بورڈ کے ایوارڈ کی مراعات سے استفادہ کر سکیں بصورت دیگر ان کارکنوں کے لئے روز اوّل ہی رہے گا۔

۶ : متفقہ طور پر مطالبہ کیا گیا کہ بورڈ کی تشکیل کے ایک ماہ کے اندر اندر اخباری کارکنوں کے لئے عبوری امداد کا اعلان کیا جائے اور اسے مؤثر نفاذ کے لئے قانونی تحفظ دیا جائے۔

آزادئ صحافت کی تحریک

اجلاس میں ان متفقہ نکات کی بنیاد پر اجرت بورڈ کے بارے میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ اس کے علاوہ جن امور پر قراردادیں منظور کی گئیں ان میں سنسر شپ اور آزادئ صحافت، ایرانی صحافیوں کی جدوجہد کی حمایت کشمیری رہنما جناب مقبول بٹ کی رہائی، آزادئ صحافت کی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں ٹرسٹ کے اخبارات کے جن اخباری کارکنوں کو برطرف کیا گیا ہے ان میں باقیماندہ افراد کی ملازمتوں پر بحالی اور تحریک کے سلسلہ میں گرفتار کئے جانے والے باقیماندہ اسیران صحافت کی رہائی، شامل تھے۔ اجلاس نے خصوصیت سے فیصل آباد کے صحافی مسعود قمر، لیبر لیڈر شمیم اصغر اور طالب علم رہنما جان عالم اور ناہید افضال اور لیاری سے گرفتار کئے جانے والے بے قصور شہریوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ اجلاس میں ہر مقرر نے پانچ ماہ سے زائد جاری رہنے والی اخباری کارکنوں کی آزادئ صحافت کی تحریک میں حصہ لینے والوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور اس ضمن میں خصوصیت سے ان ہاریوں، مزدوروں اور طالب علموں اور ان کی تنظیموں کو خراج تحسین پیش کیا جنہوں نے انتہائی بے غرضی اور جرأت کے ساتھ تحریک میں حصہ لیا اور ناقابل فراموش قربانیاں دیں۔ قرارداد میں کہا گیا کہ آزادئ صحافت کے لئے جس طرح اینپک اور پی ایف یو جے کے پرچم تلے اخباری کارکنوں، کسانوں، مزدوروں اور طالب علموں نے مل جل کر جدوجہد کی اور ساتھ ساتھ قید وبند، کوڑوں کی سزائیں اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں اس سے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار دانشوروں اور محنت کشوں کا ایک انقلابی اتحاد قائم ہوا ہے جسے اور زیادہ مضبوط ومستحکم کرنے اور اسے ملک بھر میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔

چار کا ٹولہ بدحواس

لاہور کے اس کامیاب تاریخی اجلاس کے بعد اخبارات کے مالکان حکام اور ان کے زرخرید چار کے ٹولے کے غداروں میں زبردست سراسیمگی اور بدحواسی پھیل گئی ہے ایک بار پھر چار کے ٹولے کے غداروں میں آبرو باختہ ارکان نے بیان بازی شروع کر دی ہے جسے سرکاری ایجنسی این پی پی اور ٹرسٹ کے اخبارات خوب خوب اچھال رہے ہیں نسیم الحق اور رشید چودھری، احسان طالب اور محمود جعفری اجلاس کے دوران ہی ایک ہوٹل کے کمرہ میں سر سے سر جوڑ کر بیٹھے رہے۔ ان میں سے دو یعنی نسیم الحق اور رشید چودھری نے اینپک کے اجلاس میں گیٹ کریش کرنے کی کوشش کی لیکن ملک بھر کے اخبارات کے کارکنوں نے واپس جاؤ کے نعروں سے ان کا خیر مقدم کیا اور انہیں الٹے پاؤں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا وہ چاہتے تھے کہ اینپک انہیں بورڈ میں ورکرز کے نمائندوں کی حیثیت سے نامزد کر دے۔ یعنی وہ اخباری کارکنوں کا سودا کرنے کے بعد ایک بار پھر انہیں بیچنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اب پھر وہی راگ الاپ رہے ہیں کہتے ہیں این ای سی کا توسیعی اجلاس غیر نمائندہ تھا۔ یعنی ملک بھر کی تیس سے زائد اخباری صنعت کی یونینوں کے منتخب صدر اور سیکرٹری ان کے نزدیک غیر نمائندہ ہیں صرف وہ خود نمائندہ ہیں کیونکہ انہیں وزارت اطلاعات کی سرپرستی حاصل ہے ایک اطلاع کے مطابق چار کے ٹولے نے وزیر اطلاعات محمود اعظم فاروقی کو ایک خط لکھا ہے جس میں اپیل کی گئی ہے کہ ہمیں اینپک سے بچاؤ۔ صرف ہمیں نمائندہ مانو صرف ہمیں بورڈ میں ورکرز کے نمائندوں کی حیثیت سے نامزد کرو۔ ورنہ ہم کہیں کے نہیں رہیں گے اب وزارت اطلاعات کے حکام پریشان ہیں کہ آخر کب تک ان کی سرپرستی کریں کب تک ان پر وزارت کی رقوم خرچ کریں ایک اطلاع کے مطابق چار کے ٹولے پر اب تک سات لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں صرف پشاور کے جعلی اجتماع پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ اب وزارت کے حکام بھی چار کے ٹولے سے نالاں ہو چکے ہیں اور ان کی سرپرستی سے اپنا ہاتھ کھینچ لینا چاہتے ہیں لیکن جماعت اسلامی کے محمود اعظم فاروقی صاحب بضد ہیں۔ اور حسب سابق ان کی سرپرستی پر زور دے رہے ہیں دیکھیں وہ اب امریکہ سے غداروں کی سرپرستی کے کونسے نئے گر سیکھ کر آتے ہیں۔

بقیہ:۔ کھلا خط

گئے اور آئندہ سالوں میں مزید کھربوں ڈالر کے اسلحہ کی فروخت کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔؟

جناب صدر!

شاہ کی مطلق العنان حکومت کو ختم کرنے کے لئے حریت اور قومی آزادی کے لئے ایرانی عوام کی جدوجہد حکومت کے تمام جبر وتشدد کے باوجود یقیناً جاری رہے گی۔ فتح عوام کی ہو گی۔ اس بداطوار اور مطلق العنان حکومت کے لئے آپ کی ذاتی حمایت اور آپ کی انتظامیہ کی حمایت آپ اور آپ کے ملک کے لیے منہ بولتی ذلت ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ اور اس کے صدر پر ایران میں ہونے والے واقعات کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ اس کھلے خط کے ۸ ہزار دستخط کنندگان ایران میں

زندگی کے سیاسی، ثقافتی اور سماجی شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم گمنام رہنے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ہمیں ساواک کی طرف سے خطرہ لاحق ہے پچھلے چند ماہ میں ساواک کے ایجنٹوں نے ایک سے زائد بار ہمارے گھر ڈائنامیٹ سے اڑانے، کاروں سے کچلنے اغوا کرنے اور ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم ایران کی حریت اور قومی آزادی کے لئے جدوجہد میں سرگرم تمام گروہوں اور تنظیموں، نیز عالمی اخبارات سے درخواست کرتے ہیں کہ اس خط کو نقل اور شائع کریں یہ ایک یکجہتی کا اقدام ہوگا جس کے لئے ایرانی عوام مشکور ہوں گے۔

بقیہ: نصیر اللہ بابر

نفرت ہمارے درمیان محبت پیدا کرے گی۔ کیا نفرت ہر آنے والی نسلوں میں ایک قوم کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ عام طور پر زراعت میں کون مسادی آتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر میں نے جیل توڑنے کے بارے میں بات کی تو یہ ایک تاریخی روایتی طرز کو زیادہ نمایاں کرنے کی غرض سے تھا۔ اگر ایسی نوبت پہنچتی ہے تو ہر ایک قوم پرست پر یہ لازمی فریضہ عائد ہوگا کہ وہ باہر نکل آئے چاہے اس میں اسے گولیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ سیاق و سباق تھا جس میں گولیوں کا سامنا کرنے، فخر کے ساتھ زخمی ہونے اور دوبارہ ایسا کرنے میں جھجکنے کا ذکر کیا تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ ملک کی سالمیت کا سوال ہو۔ دوسری طرف کیا نیم خواندہ / ناخواندہ اور منجمد علاقوں (جو ہندوستان میں واقع دیوبند وغیرہ سے وجدان حاصل کرتے ہیں) کا پچرنگی جمگھٹا اور ضعیف العقل سیاستدانوں (جو صرف ایک فوجی حکومت / مشیر میں تقرری پاتے ہیں) سے تشکیل پانے والی کابینہ ایک بحران میں کسی کام آسکتی ہے۔ اسی طرح کیا بگڑے ہوئے اور مایوس دانشور جو بدنیتی اور جدلیات میں مبتلا ہیں کسی کام آسکتے ہیں جبکہ بحران کی جڑیں عوام میں ہوں کیا یہ سرغنے عوام سے کوئی رابطہ فراہم کرسکے ہیں۔ ان لوگوں نے استقبالیوں میں مبتلا رہنے کے علاوہ کوئی مثبت کارنامہ انجام دیا ہے۔ اگر ملا اور نام نہاد دانشور کوئی نظریاتی لہر ابھار سکتے تو بخارا، سمرقند اور تاشقند (اسلامی علوم کے زبردست مراکز) اتنی آسانی سے تباہ نہ ہوتے۔

گزشتہ ... ماہ میں ہم نے کدھر سفر کیا ہے کیا ہم اپنے سفر میں آگے بڑھے ہیں؟ صرف آنے والی نسلیں

(اگر وہ ہوں) ہی ہمارے نفع و نقصان کا اندازہ کرنے کے قابل ہونگیں ہم نے وزیراعظم، وزیراعلیٰ اور گورنروں (افراد یا اشخاص کی حیثیت سے نہیں) کے اداروں کے ساتھ کیا کیا ہے وہ سب جیلوں میں سڑ رہے ہیں اپنی زندگی کا چھٹپٹا عام مجرموں کے ساتھ گذار رہے ہیں کیا خوب انعام ہے احتساب کو متعارف کروا کر ہم نے چڑیلوں کے شکار اور سیاسی انتقام کا سلسلہ شروع کیا ہے یا ہم نے زندگی کو ستھرا بنانے کی مخلصانہ کوشش کی ہے کیا ہم اتنے سادہ ہیں کہ یہ یقین کرلیں کہ تمام کے تمام فوجی افسر ہر چھوٹی / بڑی غلطی سے بلند و بالا ہیں کیا یہ ہم جیسے افراد کا فرض نہیں ہوگا کہ (جب وہ وقت آئے) وردی پوش افراد کی عزت و وقار کا دفاع کریں جب ان پر بدعنوانیوں کے الزامات لگائے جائیں اس طرح ہم دوبارہ داغ دار ہوں گے۔

۱۹۔ تب ہمیں غیر جذباتی انداز میں (ذاتی خوف کے بغیر) مسٹر بھٹو کے پھانسی دیئے جانے (خدا نہ کرے) کے اثر کا جائزہ لیں، یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہوگا جس کا تعلق ایک فانی انسان سے ہو اس کے فوری ردعمل / نتیجے کے علاوہ یہ یقینی طور پر ہماری سیاست کا رخ تبدیل کردے گا۔ اس کے بعد شام اور عراق کی طرح کوئی حکمران فطری موت نہیں مرے گا یہ ایک نئے رجحان اور واقعات کا سلسلہ شروع کریگا جسے نہ ہم پسند کرینگے۔ اور نہ ہی قومی مفاد میں ہوگا اس مصیبت سے بچنا ہی پڑے گا نشۂ اقتدار میں چور ہوسکتا ہے اُسے محسوس نہ کریں لیکن ایسی صورت میں کنارے بیٹھنے والے ممکن نہ ہے خاموش تماشائی نہ بنیں اس لئے جب کوئی شخص بھٹو کی رہائی کی تحریک کے بارے میں بات کرتا ہے تو مقصد دوہرا ہوتا ہے اوّل یہ کہ واقعات کو ایک رخ دے اور ان کے اعتدال پسند ہاتھوں میں رہنے کو یقینی بنائے دوسرا یہ کہ قتل کے ایک سلسلے کے شروع ہونے کو روکا جائے جو قوم بنانے کے کسی منصوبے کے لئے پیام موت ہوگا سندھی پہلے ہی یہ رائے ظاہر کررہے ہیں کہ ایک فرزند زمین کو . . . .

. . . .

اس کے دور رس اثرات مرتب ہوسکتے ہیں اور وفاق کا انحصار خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اس لئے اس معاملے کو ایک فرد کے معاملے کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ وسیع پس منظر (چند لوگوں کے ذاتی / شخصی مفادات الگ ہوکر) دیکھنا چاہیئے یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ پیپلز پارٹی عوام میں پوری طرح گھر کیئے ہوئے ہے اور بلاشبہ تنہا سب سے بڑی قومی پارٹی ہے میری یہ حتمی رائے ہے اور میرے آخر دم تک رہے گی کہ مسٹر بھٹو ہماری سیاست کی کلیدی شخصیت ہیں اور بے شک وہ تنہا آفاقی سیاستدان ہیں جو نفرت یا انتقام کے بغیر ہمیں معمول کی طرف اور ہمارے حواسوں میں واپس لا سکتے ہیں۔

۲۰۔ اس لیے حضرات میرا ضمیر صاف ہے میں نے اپنے طرز اور انداز میں ملک کی خدمت کرنیکی کوشش کی ہے عوام اور مسلح افواج اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس روش سے کیا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں بات ختم کرنے سے پہلے میں حالیہ المناک واقعات کا ایک انتہائی موزوں خلاصہ بیان کردوں گا جو میرے ایک سابق رفیق نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا کہ . . . . . کو تازہ تازہ ملنے والا اقتدار ایسا ہے جیسے کسی بچے کو نیا کھلونا مل جائے۔ بچہ یہ نہیں جانتا کہ وہ کس طرح اس کا حلیہ بگاڑے اور پرجوش کوششیں جاری رکھتا ہے اگر یہ تشبیہ ضروری ہے تو ہمیں بچے سے وہ کھلونا لے لینا چاہیئے اس سے پہلے کہ وہ اسے تباہ کردے اس مرحلے پر میں ایک بار پھر دہرا دوں کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ کوئی جذباتی اپیل / کوشش نہیں ہے جس کا مقصد تخفیف ہو۔ بلکہ حقائق کو ان کے صحیح تناظر میں پیش کرنے کی ایک کوشش ہے اس لیئے میں ہائیکورٹ کی بارگاہ کی بہ نسبت اس فورم کو منتخب کرتا ہوں۔

۲۱۔ آخر میں اور تمام تر انکسار کے ساتھ اب میں آپکو وہ صندوق پیش کرتا ہوں جس میں میری خدمات کی وہ تمام یادگاریں ہیں جنہیں میں بڑے فخر کے ساتھ پیار کرتا تھا یہ میری محنتوں اور کوششوں کا ثمر ہیں اور کسی خفیہ سرکلر کے ذریعہ مجھے دیئے / عطا نہیں کیئے گئے تھے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں مجرم پایا جاؤں تو میں فخر کے ساتھ ان کی مزید نمائش نہیں کرسکوں گا۔ درحقیقت میں انہیں اپنے پاس رکھنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ "لوگوں کو تشدد پر اکسانے" اور سب سے بڑھکر "مسلح افواج کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش" کے مضر الزامات عائد کیئے جانے کے بعد میری کامرانیاں کس طرح میرا منہ چڑا رہی ہیں۔؟

جماعت حکومت میں نوٹ چھاپنے کی مشین کا کردار ادا کر رہی ہے۔!

مختار عاقل

وادیٔ سندھ کے مرکزی اہمیت کے شہر حیدرآباد میں ان دنوں اسلامی نظام کے "نمائشی" پروگرام کے تحت سڑکوں دیواروں اور بجلی کے کھمبوں پر سے فلموں کے پوسٹرز کیا غائب ہوتے ہیں، شہر کے کونے کونے میں وی سی آر پر بھارتی اور بلیو فلموں کی نمائش کی صورت میں ان پوسٹروں کی کمی پوری کی جا رہی ہے لطیف آباد یونٹ نمبر ۸ کا علاقہ جماعت اسلامی کے میاں شوکت کی رہائش کی وجہ سے مرکز نگاہ ہے۔ مگر ان دنوں سب سے زیادہ اسی علاقے میں وی سی آر پر بھارتی فلمیں کھلے بندوں دکھائی جا رہی ہیں مزے کی بات یہ کہ "ننھے مودی گھروں" کے باہر دو عدد سرکاری وردی پوش بھی براجمان ہوتے ہیں اور سینما بینوں کی حفاظت کا غیر سرکاری فرض بڑے سرکاری انداز میں انجام دیتے ہیں کہنے والے کہتے ہیں کہ میاں صاحب کو علاقائی ٹھیکیداری اور خیال پاسداری کا پورا پورا بھتہ پہنچ جاتا ہے اور میاں جی اس کمائی کو "حلال کرنے کے لیے" نیو برانڈ ٹویوٹا گاڑی میں پٹرول کے دھوئیں کی صورت میں پھونک دیتے ہیں۔

لطیف آباد یونٹ نمبر ۱ میں اس سے بھی زیادہ خطرناک صورتحال ہے وہاں میڈیکل کالج کے ایک عدد "پروفیسر" صاحب کے گھر میں نوجوان نسل کا اخلاق سدھارنے اور انہیں مردِ صالح "بنانے کے لیے" بلیو فلموں کی آزادانہ نمائش ہوتی ہے اور ستم ظریفی یہ کہ ان پروفیسر صاحب کا تعلق بھی ملک میں "پروفیسروں" کی سب سے بڑی جماعت، جماعتِ اسلامی سے ہی ہے اور اس طرح جماعت حکومت میں شمولیت کے بعد اپنے "لواحقین" کے لیے نوٹ چھاپنے کی مشین کا کردار انجام دے رہی ہے معاشرتی "اصلاح" کے ہفتے اور عشرے منانے والے "اتحادیوں اور "صالحین" کو پہل اپنے گھروں سے کرنی چاہیئے۔ یہ کیا کہ امیر جماعت اسلامی سندھ جان محمد عباسی کے برادر عزیز اور سنٹرل جیل حیدرآباد کے میڈیکل آفیسر نور احمد عباسی تو تمام "اسلامی اخلاقی اور انسانی" فرائض کو بھول کر علاج کی خاطر اسیر مریض قیدیوں سے دو، دو سو روپے رشوت طلب کریں اور نام نہاد "سماج سدھار تحریک" کے ذریعہ عوام کو اخلاق اور اسلام کی پابندی کا درس دیا جائے اس مرحلے پر تاریخ کے ان ڈرامچیوں کو یہ بات قطعاً نہیں بھولنی چاہیئے کہ تاریخ عبداللہ بن ابی اور اس کے چیلوں کو کبھی معاف نہیں کرتی آستینوں میں خنجر چھپا کر گلے ملنے والے عرصہ دراز تک خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتے اور دھوکہ دہی مکر و فریب کے خوگروں کو بالآخر اپنے منطقی انجام کو پہنچنا ہوتا ہے۔

"بے کار مباش کچھ کیا کر کپڑے ادھیڑ کر سیا کر" حیدرآباد پولیس ان دنوں اس مقولے کی حقیقی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اس کا سب سے محبوب مشغلہ این ایس ایف کے کارکنوں کے گھروں کا دروازہ کھٹکھٹانا اور ان کے گھر والوں کو پریشان کرنا ہے حیدرآباد کے "بے وردی" اور وردی پوش اہلکار اسی مقصد کو "مقدس فریضہ" سمجھتے ہوئے بڑی تندہی تواتر اور تسلسل کے ساتھ گھروں کے چکر کاٹنے کی "ڈیوٹی" انجام دے رہے ہیں اس صورتحال سے جرائم پیشہ اور سماج دشمن عناصر کی بن آئی ہے سٹی تھانے سے صرف چند قدم کے فاصلے پر لیاقت پرائمری اسکول میں ایک بدنام زمانہ اور سزا یافتہ شخص مذکورہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی سرپرستی میں "فزیکل ہیلتھ کلب" کے نام سے قابلِ نفرت اڈہ اس کامیابی سے چلا رہا ہے کہ لواحقین اور والدین کو بھنک تک نہیں پڑتی۔ لطیف آباد اور شہر کے دیگر علاقوں میں غیر قانونی طور پر وی سی آر اور پرائیویٹ اڈوں کا کاروبار پولیس اور علاقائی "ٹھیکیداروں کی شراکت سے بڑی عمدگی کے ساتھ جاری ہے پولیس "اوپر والوں" اور جماعت اسلامی کے اشارے پر قومی کتاب گھر پر تو چھاپہ مارنے میں بڑی مستعدی اور چابکدستی کا مظاہرہ کرتی ہے کہ وہاں ترقی پسند لٹریچر فروخت ہوتا ہے لیکن منشیات کے اڈے کھلے بندوں "سماج سدھار" اسکیم میں حصے لے رہے ہیں میڈیکل اسٹوروں پر مینڈریکس، پیتھوڈین، اور مارفیا سمیت ٹنکچر اور دیگر خرافات بڑی آزادی سے فروخت ہو رہی ہیں۔ اور قانون ان غیر قانونی کاموں پر مہر بلب ہے گناہ فقط ظلم کے خلاف احتجاج کرنا ہے، مسائل کے خلاف آواز اٹھانا جرم ہے اور پولیس ان دنوں ایسے ہی گناہگاروں کی تلاش میں سرگرداں ہے،

نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان حیدرآباد کے رہنماؤں توحید خان، مہتاب خان، خالد ملک اور ظفر اقبال چودھری، انجمن برائے شہری حقوق مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن یوتھ فرنٹ اور سندھ لا گریجویٹس ایسوسی ایشن سمیت مختلف تنظیموں نے اس صورتحال پر شدید تشویش ظاہر کرتے ہوئے ان کارروائیوں کو جماعت اسلامی اور حیدرآباد انتظامیہ کی ملی بھگت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ پولیس کی ان معاندانہ کارروائیوں تعلیمی اداروں میں کھلی مداخلت اور مسائل سے چشم پوشی نے عوام اور خصوصاً طلبہ میں اشتعال پیدا کر دیا ہے جس سے محاذ آرائی کی صورت بھی پیدا ہو سکتی ہے لہٰذا اس صورتحال کا فوری تدارک کیا جائے این ایس ایف کے کارکنوں کے گھروں پر چھاپوں کا سلسلہ بند کیا جائے تمام گرفتار شدہ طلبہ کو رہا کیا جائے اور سندھ یونیورسٹی سمیت تمام اعلیٰ تعلیمی ادارے کھولے جائیں تاکہ تعلیمی ماحول از سرِ نو بحال ہو سکے۔